لا اله الا الله محمد رسول الله

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز اردو رسالہ

ایڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۲ فروری سنہ ۱۹۲۸ء شعبان سنہ ۱۳۴۶ھ جلد ۲۷

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپے بیرون ہندوستان سے ساڑھے تین روپے

مستحق طلباء اور غیر احمدیوں سے اڑھائی روپے

فہرست مضامین

ختم نبوت	۴۱/۶۴	مولانا ظہور حسین صاحب مولوی فاضل
حضرت مسیح موعود کے کارنامے	۶۵/۸۱	مولانا ابو العطاء اللہ دتا صاحب جالندھری مولوی فاضل

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھپا کر قادیان سے شائع کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قوّتِ انسانی کی بہترین دوا

حلوائے مشکی

اگر دل بیمار نہ ہو۔ بلکہ صحیح اور طاقتور ہو، تو انسان تندرست ہو گا۔ دل کا فساد، تمام جسمانی فساد کا سرچشمہ ہے اور دل کی اصلاح سب کچھ درست کر دیتی ہے۔

یہ حلوا دل کی اصلاح کر کے دل کی ہر ایک کمزوری کو دور کر دیتا ہے اور دل کو طاقتور کر دیتا ہے۔

اس کے ساتھ

دماغ کی قوّتوں کی حفاظت کرنا اور دماغ کی کمزوری کو زائل اس کا خاص کرشمہ ہے۔

اگر دماغ درست حالت میں ہے تو دین و دنیا میں کامیابی کی راہیں کھلی ہوئی ہیں اور یہ دوا دماغ کو طاقتور شگفتہ اور تازہ کر دیتی ہے۔

مضبوط جگر اور قوی گُردے جسمانی مشینری کے ایسے اجزاء ہیں جن کی درستی پر بقائے صحت موقوف ہے، اچھا خون پیدا ہو، زیادہ مقدار میں پیدا ہو، جگر اور گُردوں کے افعال کی باقاعدگی پر موقوف ہے۔ خصوصاً قوّتِ مردمی! جبتک کہ دل۔ دماغ اور جگر اور گُردے قوی نہ ہوں اور اپنے طبعی افعال کو درست طریقہ سے نہ کرتے ہوں صحیح اور اصلی حالت میں رہ نہیں سکتی۔

لیکن

یہ دوا بے جواں **اعضائے رئیسہ** کی کمزوریوں کی جگہ ایک نئی قوّت مہیّا کرتی ہے۔ اس لئے "قوّتِ مردمی" کی بہترین دوا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ دل۔ دماغ اور جگر اور گُردوں کو اس قدر قوی کرتی ہے۔ کہ اصلی تندرستی کا نیا دَور شروع ہو جاتا ہے۔ اور کمزور انسان پشیمان اور مایوس انسان اس کے استعمال کے بعد ایک ایسی خوشی اور کامیابی محسوس کرتے ہیں جس کا بیان الفاظ کے ذریعہ سے دشوار ہے۔

موسم سرماء کا سب سے اعلیٰ اور نفیس تحفہ ہے

قیمت فی تولہ ڈھائی آنے۔ بیس تولہ دو روپے۔ ایک سیر (۸۰ تولہ) دس روپے چودہ آنے

پیکنگ اور محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ پیشگی صاف

ملنے کا پتہ: حافظ محمد یعقوب انصاری۔ گنگوہ (سہارنپور)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ختم نبوّت

حضرت مرزا صاحبؑ نے جب دعویٰ نبوّت کیا۔ تو مخالفوں نے اس کا انکار کر دیا۔ اور کہا کہ چونکہ آنحضرت صلعم کے بعد دروازہ نبوّت بند ہے اس لئے آپ نبی نہیں ہو سکتے۔ سو اس معاملہ کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے چند امور کی طرف توجہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

اوّل یہ کہ دنیا میں جو وقتاً فوقتاً نبی آتے رہے۔ تو وہ کس وقت آتے رہے۔ اور وہ کونسے ایسے بواعث و اسباب تھے جنکے پیدا ہو جانے سے اللہ تعالیٰ نبی بھیجتا رہا۔

دوم نبیوں کے آنے کی کیا غرض ہوتی رہی اور وہ آکر کیا کرتے رہے۔

سوم۔ آیا وہ اسباب و سامان جو دنیا میں نبی لاتے رہے ہے۔ اس اُمّت میں بھی پائے جا سکتے ہیں یا نہیں۔

چہارم اگر ہیں تو انکا کیا علاج ہو سکتا ہے۔

پنجم۔ وہ دلائل جو مخالف اپنے دعویٰ کی تائید میں قرآن شریف سے پیش کرتے ہیں اور ان پر محققانہ نظر اور بحث۔

ششم۔ وہ دلائل جو کہ احمدیوں کی طرف سے از روئے قرآن مجید اثبات نبوّت بعد آنحضرت صلعم پیش ہوتے ہیں۔

ہفتم۔ وہ احادیث جو کہ مانع نبوّت سمجھی جاتی ہیں۔

ہشتم۔ ان پر محققانہ نظر اور اپنے دعویٰ کے اثبات میں احادیث۔

نہم۔ ائمہ متقدمین کا مسئلہ متنازعہ فیہ کے متعلق مذہب۔

پہلوں کی ٹھوکر سے پچھلے عبرت پکڑیں

مذکورہ بالا امور کی تفصیل سے پہلے یہ ظاہر کرنا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ یہ آواز جو سیّدنا مرزا صاحب فداہ ابی و امی کے مقابل مخالفوں کی طرف سے اُٹھائی گئی یہ کوئی نئی آواز نہ تھی جو آپ کے مقابلہ پر اُٹھائی گئی اور نہ ہی یہ کوئی نیا خیال تھا جو نبی کریم صاحبؐ کے بعد بعض نادان لوگوں میں پیدا ہوا بلکہ جو بھی حضرت مرزا صاحب سے پہلے اس منصب پر کھڑا ہوا اسکے متعلق یہی گمان کیا گیا اور یہی کہا گیا جو آپ کے کہا گیا چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہنا اور آپؐ کا خود اس کی تفسیر کر دینا یہ صاف بتلاتا ہے کہ اس کے وہ معنی ہرگز نہیں کہ جو غیر احمدی سمجھے ہوئے ہیں بلکہ وہی ہیں جو ہم کہتے ہیں اور جن کی کہ خود حضرت علیؓ نے بھی تائید کر دی ہے ؀

لفظ خاتَم کے پانچویں معنی علامت کے ہیں جیسے کہ امام محمد طاہر مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ فی اعناقھم الخواتم اراد بھا اشیاء من ذھب او غیرہ تعلق فی اعناقھم یعرفون بھا دوسری حدیث میں ہے کہ اٰمین خاتم ربّ العٰلمین اسکے متعلق امام موصوف لکھتے ہیں:- ای علامۃ التّی تدفع عنھم الاعراض والعاھات تو اس صورت میں آیت خاتم النبیّن کے یہ معنی ہونگے کہ علامۃ النبیّن کہ آنحضرت صلعم کی ذات مستجمع جمیع صفات ایسی علامت ہے جس سے انبیاء شناخت کیے جاتے ہیں اور آپؐ کی ذات معیار نبوّت ہے اور جو آپؐ کے اسوہ حسنہ پر ہوگا وہ نبی ہے ان معنی کے لحاظ سے کہ وہ علامت آنحضرت صلعم کے لئے رکھی گئی ہے وہ معیار صداقت ہر نبی کے لئے ہے اگر وہ معیار کسی بعد میں آنیوالے نبی میں پایا جائے تو وہ صادق ہے ورنہ کاذب - اور ان معنی کی تائید یہ بات کرتی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد چونکہ کثرت سے جھوٹے نبیوں نے ہونا تھا اور ایک اس نے بھی جو سچّا تھا اور جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اور آنحضرت صلعم نے احادیث میں دی ہوئی تھی اس لئے ضرور تھا کہ نبی کریم صلعم کی نبوّت کو سچّوں کو جھوٹوں سے پرکھنے کیلئے بطور معیار و کسوٹی کے بنایا جاتا تاکہ آئندہ جھوٹا دعویٰ کرنے والوں سے پرہیز اختیار کیا جاتا اور اس سچّے کو قبول کر لیا جاتا - سو ان پانچوں معنوں سے جو کہ خاتَم کے کیئے گئے ہیں صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ آپؐ کے بعد یہ آیت دروازہ نبوّت کو قطعاً بند نہیں کرتی بلکہ کھولتی ہے ؀

دوسری آیت جو غیر احمدی اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کرتے ہیں یہ ہے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا - اور اس سے اس طرح پر استدلال کرتے ہیں کہ دنیا میں نبی تو اس وقت آتا ہے جب دین ناقص ہو اور کامل ہونے میں کچھ کسر رہ گئی ہو تاکہ وہ نبی اس کو کامل کر دے تو جب نبی کریم صلعم کی آمد سے دین کامل ہوگیا اور اتمام نعمت بھی ہو گئی تو اب کس لئے نبی کے آنیکی ضرورت ہے سو اس کا ایک تو یہ جواب ہے کہ اگر بزعم ان کے دین اسلام کی تکمیل آئندہ کے لئے کسی نبی کے لئے مانع ہے تو اس صورت میں جس ایک نبی کے آنے کے یہ خود منتظر ہیں اور جس کا پتہ احادیث میں نبی کریم صلعم نے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کا آنا بھی (معاذ اللہ) فضول اور لغو ہے کیونکہ دین کی تو تکمیل ہو گئی اب اس نے آ کر کیا کرنا ہے سو یا تو یہ مانو کہ اب کسی نے آنا ہی نہیں لیکن یہ غلط ہوگا کیونکہ آنحضرت صلعم نے احادیث

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں صریحاً اسکے آنے کی خبر دی اور اس کو نبی اللہ کہا اور اسی طرح قرآن شریف نے بھی خبر دی ہے) یا پھر یہ کہو کہ دین ابھی کامل نہیں ہوا کیونکہ نبی تو دین کی تکمیل کے لئے آتا ہے اور وہ ابھی ہوا نہیں۔ مگر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ صریح نص سے یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ دین کی تکمیل ہو گئی۔ بس اب یہی ماننا پڑیگا کہ ہمارا یہ کہنا ہی غلط اور فضول ہے کہ نبی اسی وقت ہی آتا ہے جبکہ دین ابھی کامل نہ ہوا ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت کی نسبت قرآن شریف میں بتلایا ہے کہ ثم اٰتینا موسی الکتٰب تماماً علی الذی احسن وتفصیلاً لکل شیءٍ وھدًی ورحمۃ۔ سو توریت کو جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے اس کے ہوتے ہوئے جبتک توریت کے بعد کوئی شریعت نہیں آتی تھی تب تک اس زمانہ کے لوگوں کے لئے یہ شریعت کامل تھی اور ناقص نہ تھی تو جب تک آئندہ شریعت ثانی شریعت موسوی کامل تھی۔ پھر بھی اس عرصہ میں غیر شارع نبی آتے رہے جیسا کہ قرآن شریف نے بڑی تصریح سے اس کو بیان کیا ہے کہ انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدًی ونور یحکم بھا النبیون (مائدہ ع) ترجمہ بلاریب ہم نے توریت نازل کی اس میں ہدایت اور نور ہے کہ اس کے ساتھ فیصلہ کرتے آئے ہیں نبی۔ تو کیا یہ آیت واضح نہیں کرتی کہ نبی صرف اس لئے نہیں آتا کہ دین پہلے ناقص ہو اور یہ اس کی تکمیل کرے بلکہ پہلی شریعت کو تازہ کرنے اور اسکی تعلیم کو کھول کھول کر سمجھانے کیلئے بھی آتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی آئے جو کہ توریت سے ہی فیصلہ کرتے اور انپر کوئی شریعت نئی نہ اتری بلکہ ہو کر تو نبی آئے تھے۔ پھر اگر اس آیت کے سیاق سباق کی طرف دیکھا جائے تو وہاں کہیں بھی اس طرف اشارہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ آیت دروازہ نبوّت کو بند کرنے والی ہے بلکہ اس آیت سے پہلے حرام اشیاء کا ذکر ہے اور اس کے بعد حلال اشیاء کا پس جبکہ آیت متنازعہ فیہ کے سیاق سباق میں اوامر نواہی حلت و حرمت کا ذکر ہے تو اب اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ آیت مذکور بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے نہ کہ نبوّت اور رسالت کے بند ہونے کی طرف۔

پھر نبی کریم صلعم کے بعد ہر قسم کے نبی کے بند ہونے کو اتمام نعمت سمجھنا سخت غلطی ہے کیونکہ نبوّت تو خود اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام قوم کو کہتے ہیں یٰقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا۔ تو نبوّت جب خود ایک بہت بڑی نعمت ہے تو اس کے متعلق یہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ اتمام نعمت کا نتیجہ ہی نبوّت کا بند ہو جانا ہے اچھا ہم القراٰن یفسر بعضہ بعضا کی بناء پر دیکھتے ہیں کہ اتمام نعمت سے کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضروری ہے۔ سو دوسری جگہ دیکھنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ اتمام نعمت کی کیا تفصیل
خدا تعالیٰ نے بتلائی ہے ارشاد ہوتا ہے من یطع اللّٰہ والرسول فاؤلٓئک مع الّذین
انعم اللّٰہ علیھم من النبیّٖن والصدّیقین والشھدآء والصّٰلحین و
حسن اولٓئک رفیقا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے نعمت کی تفصیل جو اس نے اُمّتِ محمّدیہ میں اپنی
اور رسول اللہ صلعم کی اطاعت سے وابستہ رکھی ہے کہ وہ نبی ہوجاتا ہے اور صدیق ہوجاتا
ہے اور شہید و صالح بنجاتا ہے۔ اور جیسے مَیں پہلے بتلا آیا ہوں ضروری ہے کہ آپ سے پہلے ایسی
نعمت اور کسی پر نہ ہوئی ہو اس کی بھی تائید قرآن سے ہوتی ہے چنانچہ فرمایا والّذین اٰمنوا
باللّٰہ ورسلہ اولٓئک ھم الصّدیقون والشھدآء کہ پہلے نبیوں کی اتباع و
اطاعت میں تو شہداء و صدیقین ہی لوگ بنتے تھے اور اب اس رسول یعنی آپ صلعم کی
اتباع سے نبی صدیق شہداء اور صالح بنینگے سو اتمام نعمت تو نبی کریم صلعم کی فرمانبرداری
سے یہی ہے کہ نبی صدیق شہید صالح ان چار درجوں میں سے کوئی نہ کوئی درجہ ملجاتا ہے جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے بالتصریح اسکے متعلق ذکر کردیا ہے۔

تیسری آیت جس سے کہ غیر احمدی نبی کریم صلعم کے بعد دروازہ نبوّت کو بند کرتے
ہیں وہ آیت یہ ہے والّذین یؤمنون بمآ انزل الیک ومآ انزل من قبلک وبالاٰخرۃ
ھم یوقنون۔ اور اس سے اس طرح پر استدلال کرتے ہیں کہ اگر نبی کریم کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو
بھیجکر وحی کرنی ہوتی تو صرف یہی نہ کہتا کہ وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس وحی پر جو تجھ پر نازل کی گئی
اور اس وحی پر جو تجھ سے پہلے رسولوں پر نازل کی گئی اور قیامت پر وہ ایمان لاتے ہیں۔ بلکہ یہ کہتا
کہ وہ ایمان لاتے ہیں اس وحی پر جو تجھ سے بعد آنیوالی ہے سو چونکہ بعد کوئی وحی ہی نہیں آنی تھی
اس لیے خدا نے اس کا ذکر ہی نہیں کیا سو اس کے متعلق دراصل ان کو دھوکا لگا ہے جو انکے
اس آیت پر تدبّر نہ کرنے کا نتیجہ ہے کیونکہ یہی آیت جس سے وہ اعتراض کرتے ہیں انکے سوال کا
جواب دے رہی ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ کہا ہے کہ وہ لوگ جو تجھ
سے پہلے کی وحی پر اور بعد کی وحی پر ایمان لاتے ہیں تو اس کے ساتھ قیامت کا ذکر کرنا کہ قیامت
پر ایمان لاتے ہیں کیا تعلق رکھتا ہے بات تو وحی کے متعلق ہو رہی ہے اور معاً وحی کے ساتھ خواہ
مخواہ قیامت کو لگا دینا کیا معنی رکھتا ہے بلکہ جس لفظ کے معنی وہ قیامت کے لیتے ہیں وہ اٰخرۃ کا لفظ
ہے جس کے اصلی معنی پیچھے آنیوالی کے ہیں سو مَیں پوچھتا ہوں کہ جب اس سے پہلی نبی کریم صلعم سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پہلے کی وحی اور آپؐ کے وقت جو آپؐ پر وحی ہوئی ہے اس کا ذکر ہے تو اس کے ساتھ پیچھے آنیوالی سے مراد بھی یقیناً یہی ہے کہ پیچھے آنیوالی وحی پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ اس سے پہلے وحی ہی کا ذکر ہے اور پہلے وحی کا ذکر ہونا۔ چاہتا ہے کہ یہاں بھی وحی ہی مراد ہو لا غیر۔ پس معنی آیت کے یہ ہوئے کہ وہ لوگ جو ایمان لاتے اس پر جو تجھ پر وحی اُتاری گئی اور اس وحی پر جو تجھ سے پہلے اُتاری گئی اور اس وحی پر جو پیچھے آنیوالی ہے اور یہ بالکل سیاق سباق کے موافق معنی ہیں بخلاف اسکے جو معنی وہ کرتے ہیں ان کے اعتبار سے آپسمیں ربط نہیں بنتا۔

اس پر اگر غیر احمدی یہ کہیں کہ ہم نہیں مانتے کہ آپؐ کے بعد وحی ہوگی تو میں ان کے سامنے آنحضرت صلعم کی حدیث رکھتا ہوں جس میں صاف طور پر مسیحؑ پر جس نے آنا ہے وحی کے ہونے کا ذکر ہے جیسے صحیح مسلم میں آتا ہے کہ فبینما ھم کذالک اذا اوحی اللّٰہ الیٰ عیسیٰ انی قد اخرجت عباداً لی لا یدان لاحد لقتالھم۔ تو اس حدیث میں صاف طور پر نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیحؑ پر وحی کریگا سو اگر نبی کریمؐ کے بعد وحی نہ ہونی ہوتی تو اس طرح پر آنحضرت صلعم کبھی نہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ مسیحؑ پر وحی کریگا۔ دوسرا جواب انکے استدلال کا یہ ہے کہ اگر بفرض محال علی سبیل التنزل آخرۃ سے قیامت ہی مراد ہو تو تب بھی کوئی حرج نہیں لازم آتا کیونکہ جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم پر وحی کی ہے اور آپؐ سے پہلوں پر کی ہے ان تمام میں آخری نبی کے آنے کا ذکر ہے اور قرآن شریف میں تو بہ نسبت دیگر الہامی سابقہ کتب کے اس آخری نبیؑ کے آنے کا زیادہ ذکر ہے اور حدیثوں میں تو اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر ہے۔ سو چونکہ آپ پر اور آپؐ سے پہلے جو وحی نازل ہوتی تھی اس میں آخری نبی کا ذکر تھا اس لئے جو اُن وحیوں پر ایمان لائیگا ضرور ہے کہ وہ آنیوالی وحی پر بھی اور اس نبی پر بھی کہ جسپر وہ وحی نازل ہونی ہے ایمان لائے پس اگر بالآخرۃ سے پیچھے آنیوالی وحی بفرض محال نہ بھی مراد لیں تب بھی اسپر آیت ما انزل الیک وما انزل من قبلک دلالت کرتی ہے اور اس وحی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے جو آنحضرت صلعم کے بعد ہونیوالی ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ چونکہ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن شریف کامل شریعت ہے اور اسکے بعد قیامت تک کوئی شریعت نہیں آنی اور نہ ہی ایسا نبی آنا ہے جو نئی شریعت لائے اس لئے یہ وحی جو نبی کریم صلعم پر نازل ہوئی کامل و مکمل تھی اور آپؐ کے بعد جس نبی کی خبر خود نبی کریم صلعم نے دی ہوئی تھی جس کا میں آگے چلکر انشاء اللہ ذکر کرونگا اسپر جو وحی نازل ہونی تھی وہ بھی اسی چشمہ کا فیض ہے جو چشمہ نبی کریم صلعم پر جاری ہوا اور اس مبدأ کی طفیل ہی آگے اس آنیوالے نبی پر وحی ہونی تھی اس لئے مستقل طور پر اور علیحدہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس وحی کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ جو اس وحی کو مانیگا جو نبی کریم صلعم پر نازل ہوئی اور اسپر یقین کریگا ضروری ہے کہ اس وحی کو بھی مان لے جو نبی کریم صلعم کے بعد آپکی طفیل و برکت سے ہونیوالی تھی اس لئے اسکو اگر مان بھی لیا جائے کہ اس آنیوالی وحی کا علیحدہ ذکر نہیں کیا گیا تو تب بھی کوئی محذور لازم نہیں آتا۔

اب میں اسکے بعد امر ششم کی طرف آتا ہوں ان آیات کو پیش کرتا ہوں جن سے احمدی جماعت نبی کریم صلعم کے بعد دروازہ نبوّت کے جاری رہنے پر استدلال کرتی ہے۔ پہلی آیت یٰبنی اٰدم اما یأتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی فمن اتقیٰ واصلح فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون۔ ترجمہ۔ اے بنی آدم جب تمہارے پاس میرے رسول آئیں میری آیات کو تم پر پڑھیں پس جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کی تو انپر نہ ہی کوئی ڈر ہے اور نہ ہی کوئی حزن ہوگا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر بتلا دیا ہے کہ اے بنی آدم تمہاری اصلاح کیلئے اور تمہاری ہدایت کے لئے رسول آئینگے سو اگر نبی کریم صلعم کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی کو رسول کرکے نہ بھیجنا تھا تو قرآن شریف میں تمام بنی آدم کو مخاطب کرکے اس صراحت کے ساتھ کیوں کہا کہ جب میرے رسول آئیں تو انکو مانیو۔ بعض نافہم اس آیت پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت کے مخاطب صحابہؓ اور بعد کے لوگ نہیں ہیں بلکہ پہلی اُمتوں وقوموں کو یہ خطاب ہو چکا ہے اور اسکو اللہ تعالیٰ نے علی سبیل الحکایۃ بیان کیا ہے۔ سو پہلا تو اسکا یہی جواب ہے کہ یہاں بنی آدم کہکے پکارا ہے اور نبی کریم صلعم کے وقت کے لوگ اور بعد کے لوگ بھی بنی آدم میں شامل ہیں۔ دوئم۔ یہاں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو یہ بتلائے کہ یہ پہلوں کو خطاب ہے اور حکایۃً یہاں بیان ہے۔ سوئم۔ اس سے پہلے چار دفعہ یا بنی آدم کہکے اللہ تعالیٰ نے مخاطب کیا ہے اور ان میں کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ نبی کریم صلعم کے وقت کے لوگ اور بعد کے لوگ اسکے مخاطب نہیں ہیں۔ سو ہم کہتے ہیں کہ اب پانچویں دفعہ اسکے ساتھ ہی آیت یا بنی اٰدم اما یاتینکم رسل الآیۃ میں بھی ہم یہ کیوں نہ کہیں کہ صحابہؓ اور بعد کے آنیوالے لوگ مراد ہیں واقعی حیرت کی بات ہے کہ ان لوگوں کی عقلوں پر کیسے پردے پڑ گئے ہیں جب انہی لفظوں کے ساتھ اس سے پہلے چار دفعہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو مخاطب کیا ہے اور اس سے مراد صحابہؓ اور بعد میں آنیوالے مراد ہیں تو اس جگہ انہیں کیا ہو جاتا ہے جو کہنے لگ جاتے ہیں کہ صحابہؓ اور انکے بعد آنیوالے لوگ مراد نہیں ہیں بلکہ پہلی اُمتوں اور قوموں کو اس میں خطاب ہے۔

دوسری آیت۔ اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلا ومن الناس (حج ع) ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس میں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ہے کہ میں فرشتوں سے اور انسانوں میں سے رسول اختیار کرتا ہوں اور آئندہ اختیار کرونگا۔ سو اس میں اللہ تعالیٰ نے بالصراحت خبر دیدی ہے کہ میں انسانوں میں سے رسول بناتا ہوں اور آئندہ بناؤنگا۔ پس جیسا کہ غیر احمدی یہ کہتے ہیں کہ اب نبی کریم صلعم کے بعد کوئی رسول نہیں آئیگا اگر صحیح مان لیا جائے تو یہ آیت غلط ٹھہرتی ہے کیونکہ اس میں انسانوں میں سے آئندہ کیلئے بھی رسول بنانے کی خبر دی گئی ہے خصوصاً جبکہ انسانوں کے ساتھ انہیں فرشتوں میں سے بھی رسول بنانے کی خبر دی ہے اور اس کا کوئی انکار نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اب بھی فرشتوں کو رسول بناتا ہے سو اسی طرح انسانوں میں سے بھی ضروری ہے کہ رسول بنائے جیسا کہ اس نے خود خبر دی ہے۔

تیسری آیت من یطع اللّٰہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیہم من النبیّٖن والصدیقین والشھدآء والصالحین (نساء ع ۹) ۔ ترجمہ جو اللہ تعالیٰ اور اس رسول یعنی آنحضرت صلعم کی پیروی کرتے ہیں وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کئے نبیوں میں سے صدیقوں میں شہیدوں اور صالحین میں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور آنحضرت صلعم کی اطاعت سے چار مدارج بتلائے ہیں نبی۔ صدیق۔ شہید۔ صالح۔ پس اس آیت نے صاف طور پر بتلا دیا کہ جس طرح آپ کی اطاعت شہید صالح اور صدیق بنا دیتی ہے اسی طرح وہ نبی بھی بنا دیتی ہے جیسی جیسی کوئی اطاعت کریگا اور جتنا جتنا اس کی راہوں میں قدم مار یگا اس کے مطابق ہی وہ مدارج اربعہ مذکورہ میں سے حصہ پالیگا۔ اس پر بھی بعض خوش فہم نہایت بیباکی سے اعتراض کر دیتے ہیں کہ یہاں لفظ مع کا ہے جس کے معنی ساتھ کے ہیں اور ترجمہ یہ ہے کہ وہ نبیوں کے ساتھ ہونگے نبی نہ بنینگے۔ ہم کہتے ہیں کہ اچھا اسی طرح ہی سہی ذرا آگے چلئے کہ وہ نبیوں کے ساتھ ہیں کیا معنی کہ خود نبی نہیں صرف ان کے ساتھ ہیں اسی طرح وہ صدیقوں کے ساتھ ہیں کیا معنی کہ صدیق تو نہیں بلکہ ان کے ساتھ ہیں اور ایسے ہی وہ صالح و شہید تو نہیں ہاں ان کی صحبت میں ہیں۔ سو لفظ مع کا تعلق صرف النبیّٖن کے ساتھ ہی نہیں بلکہ صدیقین شہداء صالحین کے ساتھ بھی ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ جس قسم کے معنی لفظ مع کے النبیّٖن کے ساتھ کرتے ہو وہی معنی اس مع کے اگلے تین قسم کے آدمیوں کے ساتھ کر کے دکھلاؤ اور پھر بتلاؤ کہ آیا تمہارے معنی درست ہیں یا ہمارے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب لغت کے لحاظ سے لفظ مع کے معنی میں سے ہیں اور خود قرآن شریف میں مع کے یہ معنی نہ صرف ایک جگہ بلکہ کئی جگہ آئے ہیں تو کیوں پھر ہم یہ معنی نہ لیں جیسے توفنا مع الابرار ہے تو کیا اسکے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ معنی ہونگے کہ اے ربّ ہم کو نیکوں کے ساتھ مارنا پر نیک نہ بنانا بلکہ اس کے تو معنی ہی یہی ہیں کہ اے ربّ ہم کو نیکوں میں سے مارنا اور ایسی حالت میں وفات دینا کہ ہم نیک ہوں اسی طرح فاولٓئک مع المؤمنین ہے کہ وہ مومنوں میں سے ہونگے اسی طرح آیت متنازع فیہ میں بھی یہی معنی ہونگے کہ وہ نبیوں میں سے ہونگے نہ یہ کہ وہ نبی تو نہ ہونگے ہاں ان کے ساتھ ہونگے*

چوتھی آیت وہ دُعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو سورہ فاتحہ میں سکھلائی ہے جس کو ہر مسلمان اپنی نمازوں میں ہر روز کم از کم بتیس ۳۲ دفعہ پڑھتا ہے اور وہ اھدنا الصّراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیھم ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے پہلے منعم علیہ گروہ پر جو انعام ہوئے ہیں ان کو پانے کے لئے دُعا سکھلائی ہے دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسے انعامات ہیں جو پہلوں پر ہوئے سو اس کی بھی خود قرآن کریم ہی ہم کو خبر دیتا ہے کہ انعم اللہ علیھم من النبیّن والصدّیقین والشھدآء والصالحین کہ پہلے لوگوں کو چار قسم کی نعمتیں ملیں۔ نبوّت صدیقیّت شہیدیت صالحیّت۔ سو جب اس آیت سے صریح طور پر معلوم ہو گیا کہ پہلے گروہ کو یہ چار نعمتیں ملیں تو اب اللہ تعالیٰ کا اُمّتِ محمدیّہ کو انہی نعمتوں کے لینے کیلئے دُعا سکھلانا جو نعمتیں کہ وہ پہلے دے چکا ہے صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ اس اُمّت میں دروازہ نبوّت کو ضرور جاری رکھنا چاہتا ہے ورنہ وہ کہدیتا کہ سوائے نبوّت کے باقی جتنی نعمتیں ہیں ان کے حاصل کرنیکے لئے دعا مانگو۔ سو خدا کا پہلے نبوّت جیسی نعمت کو جاری رکھنا پھر اس نعمت کے لینے کے لئے اُمّت محمدیّہ کو دُعا سکھلانا یہ معنی نہیں رکھتا تو اور کیا ہے کہ اس اُمّت میں دروازہ نبوّت قطعاً بند نہیں ہوا

پانچویں آیت اللہ تعالیٰ قرآن میں ہم کو ایک اپنے قانون سے آگاہ کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ما کنّا معذّبین حتّٰی نبعث رسولا۔ کہ میں تا وقتیکہ دنیا میں رسول نہ بھیج لوں عذاب نہیں دیا کرتا پھر دوسری آیت میں یہ بیان کیا ہے کہ ان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیٰمۃ او معذبوھا کہ ہم قیامت سے پہلے پہلے ہر بستی میں عذاب اور ہلاکتیں ضرور بھیجیں گے سو پہلی آیت سے تو یہ علم ہو گیا کہ عذاب کا آنا رسول کے آنیکو مستلزم ہے اور دوسری میں کہدیا کہ عذاب ضرور آئینگے سو نتیجہ بھی بدیہی ہے کہ رسول بھی پھر ضرور آئینگے۔

چھٹی آیت رفیع الدرجات ذو العرش یلقی الروح من امرہٖ علٰی من یّشآء من عبادہٖ لینذر یوم التلاق۔ ترجمہ۔ درجات کو بلند کرنے والا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) بڑی حکومت والا ہے ڈالتا ہے اور ڈالیگا رُوح کو جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے تاکہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن سے۔ اس آیت میں رُوح سے مُراد وحی ہے جیسے کہ تفسیر کبیر کے صفحہ ۳۰۶ جلد ۷ میں آیت مذکورہ بالا کے نیچے امام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رازی لکھتے ہیں کہ والصحیح ان المراد بالروح الوحی پھر لکھتے ہیں کہ والوحی انما یتم بارکان اربعۃ فاولہا المرسل وھو اللہ سبحانہ وتعالیٰ فلھٰذا اضاف الوحی الیٰ نفسہٖ والثانی الارسال والوحی وھو الذی سماہ بالروح والرکن الثالث ان وصول الوحی من اللہ تعالیٰ الی الانبیاء لا یمکن الا بواسطۃ الملٰئکہ وھو المشار الیہ بھٰذہ الآیۃ بقولہ من امرہٖ والرابع الانبیاء الذین یلقی اللہ الوحی الیھم وھو المشار الیھم بقولہ علیٰ من یّشاءُ من عبادہٖ - ترجمہ - اور درست یہی بات ہے کہ روح سے مراد وحی ہے اور وحی چار رکنوں سے پوری ہوتی ہے ایک یہ کہ مرسل ہو اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اسی وجہ سے اس نے وحی کو اپنی طرف منسوب کیا ہے دوسرا یہ کہ وحی ہو جس کا اللہ تعالیٰ نے بالروح من امرہٖ کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔ سوئم یہ کہ اللہ کی طرف سے انبیاء تک وحی کا پہنچنا ملائکہ کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ چوتھا یہ ہے کہ نبی ہوں کہ جنکی طرف اللہ وحی کرے اور اللہ کے قول علیٰ من یّشاءُ سے یہی مراد ہیں سو دیکھو جب یہ صراحۃً معلوم ہو گیا کہ یہاں روح سے مراد وحی اور علیٰ من یشاءُ سے نبی مراد ہے تو آیت یلقی اللہ سے معلوم ہو گیا کہ اللہ نبیوں کو بھیجتا ہے اور بھیجیگا کیونکہ لفظ یلقی جو مضارع ہونیکے باعث حال استقبال دونو پر دلالت کرتا ہے بتلا رہا ہے کہ اللہ نبی بنائیگا۔

اور اب میں امر مہتم کی طرف آتا ہوں یعنی وہ احادیث بتلاتا ہوں جن کو غیر احمدی اپنے دعویٰ کی تائید کیلئے پیش کرتے ہیں۔ حدیث اوّل وانہ سیکون فی اُمّتی ثلٰثون کذابون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیّن لا نبی بعدی ولا یزال طائفۃ من اُمّتی علی الحق ظاھرین لا یضرھم من خالفھم حتّٰی یاتی امر اللہ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی مشکوٰۃ کتاب الفتن)

دوسری حدیث عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلعم قال فضلت علی الانبیاء بستۃٍ اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدًا وطھورًا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون (مشکوٰۃ باب فضائل سیّد المرسلین)

تیسری حدیث عن جبیر بن مطعم قال سمعت نبی اللہ صلعم ان لی اسماءً انا محمد انا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علےٰ قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہٗ نبی۔ (مشکوٰۃ باب اسماء النبی صلعم)

چوتھی حدیث عن سعد ابن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلعم لعلیٍّ انت منی بمنزلۃ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ھٰرون من موسیٰ الا انہٗ لا نبی بعدی (متفق علیہ)

پانچویں حدیث کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہٗ نبی الا انہٗ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون (صحیح بخاری)

چھٹی حدیث عن عقبۃ ابن عامر قال قال النبی صلعم لو کان بعدی نبیا لکان عمر۔

ساتویں حدیث عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللّٰہ صلعم قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فأحسنہٗ وأجملہٗ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہٗ ویقولون ھلا وُضِعَتْ ھٰذہ اللبنۃ قال فأنا اللبنۃ و أنا خاتم النبیین (بخاری جلد دوم باب اسماء النبی صلعم)

آٹھویں حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔

اب مَیں امر ہشتم کی طرف آتا ہوں یعنی بتلاتا ہوں کہ ان حدیثوں میں سے جو پہلی تین چار حدیثیں ہیں ان میں لا نبی بعدی کا لفظ آیا ہے سو اگر ان حدیثوں کا یہی مطلب ہے جو غیر احمدی لیتے ہیں تو اسمیں بہت تناقض اور تضاد معلوم ہوتا ہے اور قرآن شریف اور حدیث دونو کے لحاظ سے یہ مفہوم مخالف ہوتا ہے چنانچہ قرآن شریف کی وہ آیات جن سے مَیں اوپر ثابت کر آیا ہوں کہ آپؐ کے بعد نبی آسکتے ہیں یہ حدیثیں ان کے صریح خلاف ماننی پڑینگی۔ دوسرا اگر اس حدیث سے یہ مراد ہوتی کہ آپؐ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آئیگا تو صحیح مُسلم کی وہ حدیث جس میں آنیوالے کو نبی اللّٰہ کے لفظ سے پُکارا گیا ہے وہ اس کے مخالف ہو گی اگر آپؐ کے بعد کسی نے نبی نہ آنا ہوتا تو آپؐ اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر لو عاش ابراھیم لکان صدّیقاً نبیا (ابن ماجہ جلد اوّل) کبھی نہ فرماتے کیونکہ جب آپؐ یہ فرما چکے تھے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئیگا تو پھر آپؐ کے بیٹے زندہ بھی رہتے تو تب بھی وہ نبی نہ ہو سکتے آیت خاتم النبیین جس سے غیر احمدی اپنا استدلال کرتے ہیں وہ ۵ھ ہجری میں نازل ہوئی تھی اور آپکا صاحبزادہ ۹ھ میں فوت ہؤا تو اگر خاتم النبیین کے بھی یہی معنی تھے تو پھر کبھی ممکن نہ تھا کہ اللّٰہ تعالیٰ تو آپؐ کو یہ خبر دے کہ تیرے بعد کے رسول کوئی نبی نہ ہوگا اور ادھر آپ فرمادیں کہ میرا بیٹا ابراہیم اگر زندہ رہتا تو وہ نبی ہوتا۔ الغرض جب ایک نبی کے آنیکی خبر دی ہوئی ہے اور ادھر حدیث لو عاش ابراھیم لکان صدّیقاً نبیا بھی امکان نبوّت کو ثابت کر رہی ہے تو ہم کو ایسے معنی کرنے چاہیئے جس سے ایک حدیث دوسری حدیث کے مخالف نہ ٹھیرے اور دونوں کی دونو حدیثوں صحیح ہوں سو یاد رکھنا چاہیئے کہ لا نبی بعدی میں جو لفظ لا ہے یہ نفی جنس ذات کے لئے بھی ہوتا ہے اور نفی جنس وصف کمال کے لئے بھی آتا ہے جیسے لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار اسی طرح حدیث ہے کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب ولا دین لمن لا عہد لہٗ ولا ایمان لمن لا امانۃ لہٗ۔ سوان سب مقامات میں لا نفی جنس صفت کمال کی کرتا ہے نہ کہ نفی جنس ذات کی اسی طرح قرآن شریف کے چھٹے پارہ میں لا علم لنا آتا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ بالکل علم ہی ہم کو نہیں بلکہ اس سے کمال علم کی نفی مقصود ہے چنانچہ تفسیر کبیر جلد ۳ میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لا علم لنا سے یہ مراد نہیں لیتے کہ مطلقاً ان کو علم ہی نہیں تھا پھر صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ۔ اب اس سے یہ ہرگز مراد نہیں ہو سکتا کہ کسریٰ اور قیصر کا وجود ہی مٹ جائیگا بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ قیصر اور کسریٰ کی طرح شان و شوکت والا نہ کوئی کسریٰ بعد میں ہوگا اور نہ قیصر۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں اس کی یہ شرح کرتے ہیں کہ لا قیصر بعدہٗ یملک مثل ما یملک ھو۔ کہ ویسا قیصر اسکے بعد کوئی نہ ہوگا۔ صحیح یہ ہے۔ تو اسی طرح اس حدیث کے یہ معنی ہونگے کہ لا نبی بعدی یعنی میرے جیسا اور میری شان کا میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور یہ ایسے معنی ہیں کہ اس سے تناقص اور اختلاف بھی دور ہو جاتا ہے اور عربی زبان کے لحاظ سے یہ معنی خلاف بھی نہیں ہیں اور یہی اختلاف کی دِقّت جب بعد میں ائمہ کو پیش آئی تو انہوں نے بھی مجبوراً یہی معنی کیئے ہیں اور فیصلہ کر دیا ہے کہ یہی معنی صحیح ہیں انکے سوا اور کوئی معنی صحیح نہیں۔ چنانچہ میں آگے جاکر بتلاؤنگا کہ بعینہٖ یہی معنی پہلے علماء کرتے آئے ہیں اور ایک اور حدیث کے جو ہو بہو اسی طرح کی حدیث ہے اس کے معنی حل ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اخوۃ علات لیس بینی و بینہٗ نبی۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۷۰ مطبوعہ مصر) اور دوسری طرف تقریباً تمام مفسّرین کا اِتّفاق ہے کہ اصحاب القریہ کی طرف تین اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بھیجے گئے جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد آئے جن کا سورہ یٰسٓ میں ذکر ہے سو جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام و آنحضرت صلعم کے درمیان نبیوں کا آنا ثابت ہے تو حدیث لیس بینی و بینہٗ نبی کے یہی معنی ہونگے کہ صاحب کتاب کوئی نبی ان کے درمیان نہیں آیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی بھی فتح الباری میں جو کہ صحیح بخاری کی بڑی زبردست شرح ہے لکھتے ہیں کہ والمراد انہٗ لم یبعث بعد عیسیٰ نبی بشریعۃ مستقلۃ وانما بعث من بعث بعدہٗ بتقریر شریعۃ عیسیٰ۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بھی انہی معنوں سے دعویٰ کیا

حدیث لا نبی بعدی میں بعض معترض جن میں سے کہ مولوی محمد اسحٰق مونگیری بھی ہیں یہ کہتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پا جانے کے بعد لوگوں نے کہا کہ اب اللہ تعالیٰ یوسفؑ کے بعد کسی کو نبی بنا کر نہیں بھیجیگا جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ کہ حتّٰی اذا ھلک قلتم لن یبعث اللّٰہ من بعدہٖ رسولًا۔ اور ایسے ہی آنحضرت صلعم کے وقت بھی لوگوں کا یہی خیال رکھنا جیسے کہ سورہ جن میں جنوں کے قول و انھم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللّٰہ احدا سے معلوم ہوتا ہے جو جنوں نے اپنی قوم کو کہا کہ اے جنو! ان لوگوں نے بھی یہی خیال کر لیا جیسا کہ تم نے خیال کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کو نہیں بھیجیگا۔ اور اصول ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک کے مطابق یہ اعتراض بذاتِ خود مرزا صاحبؑ کو سچا ثابت کرتا ہے۔

اب مَیں اس کے بعد امور متذکرہ بالا کی طرف آتا ہوں سب سے پہلی بات جس کی طرف ہر ایک شخص کا توجہ کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کونسے وہ اسباب ہیں جن کے پیدا ہونے سے دنیا میں نبی آیا کرتے ہیں۔ سو پہلا سبب انبیاءؑ کے آنے کا ظہور فساد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں نبی کریم صلعم کے آنیکے وقت کو بتلایا ہے کہ ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس سو اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب کبھی دنیا میں ایسی حالت ہو جاتی رہی کہ کثرت سے فسق و فجور پیدا ہوا اور فساد بہت زور پکڑ جاتا رہا تو خدا تعالیٰ اس کی اصلاح کی طرف خود توجہ کرتا اور انبیاءؑ کے ذریعہ ان مفاسد کی آگ فرو کرتا رہا اور اس کی جگہ اصلاح و ہدایت کو قائم کر دیتا رہا۔

نبیوں کے آنے کا دوسرا سبب ظہور اختلاف ہے۔ جیسا کہ آیت فبعث اللّٰہ النبیّن مبشرین و منذرین و انزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ سے ظاہر ہے کیونکہ اس میں فیما اختلفوا کہکر بتلا دیا کہ جب پہلے لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا اور یہ رَو تیزی سے چلنے لگ پڑتی اور حق و باطل میں امتیاز اُٹھ جاتا۔ تو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نبی کو بھیجتا۔ الغرض کثرت سے فساد بد دینی اور گمراہی اور اختلاف بین الناس دنیا میں نبیوں کو لانے کا باعث ہوتا جیسے کہ مذکورہ بالا دو آیتیں اس کی طرف بالتصریح اشارہ کر رہی ہیں۔

اسکے بعد امر دوئم جس کو معلوم کرنا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ انبیاءؑ ایسے وقت میں آکر کیا کیا کرتے ہیں تو یہ بھی پہلی آیت نے بتا دیا ہے کہ لیحکم بین الناس کہ جب کثرت سے اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور حق و باطل اس طور پر آپسمیں ملجاتے کہ امتیاز کرنا محال ہو جاتا ہے تو اسوقت نبی آتے ہیں اور دلائل واضح اور براہین ساطعہ کے ساتھ حق کو ظاہر کر کے دکھلا دیتے ہیں اور ہزاروں معجزات و نشانات کے ساتھ دنیا کو ایک کونے سے لیکر دوسرے کونے تک ہلا دیتے ہیں گویا کہ وہ دنیا میں زلزلہ کی طرح جنبش پیدا کر دیتے ہیں اسکو اختصاراً بیان کرنیکے بعد امر سوئم کو دیکھنا ضروری ہے کہ وہ اسباب و حالات جنکے پیدا ہونے سے نبی آیا کرتے ہیں۔ اس اُمت میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں کہ نبی نکرہ ہے لا نفی جنس کا ہے اس لئے یہاں ہر قسم کی نبوّت کی نفی ہے۔ تعجب ہے کہ یہاں تو فوراً ان کو نبی کا نکرہ نظر آجاتا ہے۔ اور لا پر بھی بہت جلد نظر پڑ جاتی ہے مگر لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار میں فتیٰ اور سیف ان کو نکرہ نہیں نظر آتا اور لا نفی جنس کا دکھائی نہیں دیتا تو جب یہاں بھی بعینہٖ وہی صورت ہے جو لا نبی بعدی میں ہے تو کیوں وہ یہاں بھی وہی معنی نہیں لیتے جو وہاں لیتے ہیں پھر مولوی صاحب موصوف نے اپنے رسالہ ختم النبوّۃ میں لکھا ہے کہ لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار میں تو ہم ہزاروں فتیٰ و سیف چونکہ دیکھتے ہیں اس لئے یہ مشاہدہ و معائنہ ہم کو بتلاتا ہے کہ اس کے یہاں یہی معنی ہیں۔ سو ہم کہتے ہیں کہ اوّل تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ لا نفی جنس کا ہو کر اور فتیٰ نکرہ ہو کر وہ معنی اگر دے جو ہم لیتے ہیں تو یہ قاعدے کے اور زبان عربی کے خلاف نہیں ہوگا۔ باقی رہا کہ لا نبی بعدی میں کونسا قرینہ ہے جو ہم کو مجبور کرے کہ یہاں بھی وہی معنی لیں جو لا فتیٰ الا علی میں لیتے ہیں سو یاد رہے کہ اس کا قرینہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم و ابن ماجہ میں ہے جس میں صاف طور پر ایک آنیوالے کو نبی کے نام سے یاد کیا گیا ہے یہی دقت بڑے بڑے ائمہ کو جو متقدّمین میں سے تھے پیش آئی۔ اور ان کو مجبوراً وہ معنی کرنے پڑے جو ہم نے کیئے ہیں چنانچہ آگے ان کے معنی بتلائے جائینگے۔

پھر حدیث سیکون خلفاء پر مولوی محمد اسحٰق مونگیری نے لکھا ہے کہ نبی کریمؐ کا یہ فرمانا کہ کلما هلك نبی خلفه نبی و سیکون خلفاء۔ اس میں لفظ سیکون خلفاء بتلاتا ہے کہ آپ کے بعد قیامت تک نبی نہیں آئینگے حالانکہ یہ صریح خلاف واقعہ ہے اور غلط مفہوم بیان کیا ہے آپؐ کا یہ فرمانا کہ بنی اسرائیل میں یکے بعد دیگرے نبی آتے رہے اور میری اُمّت میں ایسے یکے بعد دیگرے خلفاء آئینگے صاف بتلاتا ہے کہ اس سے یہی مطلب ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل میں نبی یکے بعد دیگرے آتے رہے اس اُمّت میں ایسا نہیں ہوگا بلکہ یکے بعد دیگرے خلفاء آئینگے یہ مطلب نہیں کہ قیامت تک کوئی بھی نبی نہ آئیگا بلکہ جو طریقہ بنی اسرائیل میں نبیوں کے آنیکا تھا اس سے فقط نفی کی ہے۔

اور چوتھی حدیث جس میں حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے وہاں تو فقط علیؓ سے نبوّت کی نفی کرنی مقصود ہے کیونکہ آپؐ اسکو اپنا خلیفہ مقرر کر کے باہر جنگ تبوک کے لئے جاتے ہیں اور انکو ھارونؑ کا مرتبہ دیتے ہیں کہ ہارونؑ موسیٰ علیہ السّلام کے طور پر جاتے وقت موسیٰ علیہ السّلام کے خلیفہ تھے اے علیؓ تو میرا خلیفہ ہے مگر ہارونؑ تو نبی بھی تھے الا انّہ لا نبی بعدی میرے جانے کے بعد اے علی تو نبی نہ ہوگا فقط قائم مقام اور خلیفہ ہی ہوگا تو اس میں تو آپؐ نے حضرت علیؓ کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نبوت کا فقط انکار کیا ہے۔

اور پانچویں جو آپ نے کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وسیکون من بعدی خلفاء فرمایا ہے تو اس سے مراد صرف یہ بیان کرنا ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل میں انبیاء کے آنیکا متواتر سلسلہ ہوتا تھا کہ یکے بعد دیگرے آتے تھے ویسے اب میرے بعد نہ ہوگا بلکہ میرے بعد معاً خلفاء کا سلسلہ ہی جاری ہو جائیگا۔

اور چھٹی حدیث جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ لو کان بعدی نبیا لکان عمر تو اس سے تو اگر یہی معنی ہوں جو غیر احمدی لا نبی بعدی سے مراد لیتے ہیں تو اس پر بھی وہ سوال ہونگے جو لا نبی بعدی والی حدیث پر ہوتے ہیں جن کو میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ سو اصل بات یہی ہے کہ جیسے احادیث و تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی فطرت کو احکام و قوانین کے نافذ کرنے پر بہت مناسبت تھی چنانچہ کئی احکام ایسے ہیں کہ ان کے نزول سے پہلے حضرت عمرؓ آنحضرت صلعم سے عرض کرتے تھے کہ یا رسول اللہ اگر یہ حکم نازل ہو جائے تو بہت بہتر ہو چنانچہ ویسے ہی ہو جاتا تھا جیسے شراب کی حرمت کا حکم۔ پردے کا حکم اور اذان کے بارہ میں بھی۔ الغرض کئی باتوں میں حضرت عمرؓ کی باتوں کا وحی الٰہی سے تطابق ہو جاتا تھا اور اس وصف سے حضرت عمرؓ ہی متصف تھے اور ایسا کوئی اُمت میں نہ تھا اس لئے اس امر کو اور اسی وصف کو ملحوظ رکھتے ہوئے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قرآن کے کامل ہونے اور قیامت تک رہنے کے باعث اب کسی نئی شریعت اور قانون کی ضرورت نہیں رہی اور اگر ہوتی تو اس کے اہل حضرت عمرؓ تھے کہ آپکے ذریعہ وہ احکام جاری ہوتے ورنہ روحانی مرتبہ کے لحاظ سے تو حضرت عمرؓ سے حضرت ابو بکرؓ بڑھکر تھے جو آنحضرت صلعم کے پہلے خلیفہ تھے مگر ان کو نبی کریم صلعم نے نہیں فرمایا اور اسی لئے نہیں فرمایا کہ قانون اور احکام کے استخراج کی اہلیت عمرؓ میں زیادہ تھی اس لئے اسی وصف کو ملحوظ رکھتے ہوئے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شریعت والا میرے بعد نبی ہونا ہوتا تو وہ حضرت عمرؓ ہوتے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری صاحب نے مرقاۃ میں اس کے یہ معنی بیان کیئے ہیں جیسے کہ وہ لکھتے ہیں کہ لو کان بعدی نبیا کا جملہ نبی کریم صلعم نے اسلئے نہیں بیان کیا کہ نبوت کی نفی ہو بلکہ اسلئے کہ حضرت عمرؓ کی قابلیت کا اظہار ہو چنانچہ اسی حدیث کے حاشیہ پر لکھا ہے اس عبارت کو محال میں بھی استعمال کرتے ہیں اور مبالغۃً بھی کہا گیا یہ اس سبب سے ہے کہ عمر کو الہام ہوتا ہے اور القا کرتا ہے فرشتہ ان کے دل میں حق لیس ان کو ایک طرح کی علم نبوت سے مناسبت ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ساتویں حدیث مثلی و مثل الانبیاء من قبلی الخ والی پیش کی جاتی ہے اس سے دروازہ نبوّت کو بند کرنا تو محض ناواقفیت کا نتیجہ ہے بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام دوبارہ دنیا میں آکر نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ سے پہلے منجملہ اور انبیاءؑ کے جن کو ایک محل سے تشبیہ دی گئی ہے عیسیٰ علیہ السّلام بھی تھے جو کہ اس محل کی ایک اینٹ تھے جسکو کہ اس محل میں لگایا گیا تھا سو اب حضرت عیسیٰؑ کا دوبارہ آنا تصوّر کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ اس اینٹ کو اس کے مقام سے اُکھیڑا جائے اور اُکھیڑ کر پھر دنیا میں بھیجا جائے سو اس میں نبی کریم صلعم نے اگر تشبیہ دی ہے تو صرف پہلے نبیوں کی اور اپنی جیسے کہ من قبلی کا فقرہ ظاہر کر رہا ہے نہ یہ کہ جتنے بھی تا قیامت نبی ہیں ان کی اور نبی کریمؐ کی مثال ہے پس محل کی طرف نظر کرتے وقت پہلے مثـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ یعنی الانبیاء من قبلی کی طرف غور کر لینا چاہیئے اس میں یہ کہاں سے نکل آیا کہ اب آئندہ بھی کوئی نبی نہیں آسکتا۔ دوسرے اگر مان بھی لیا جائے تو اس حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی ایسا نبی جو اس اینٹ سے باہر ہو وہ نہیں آسکتا مگر ہم تو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم جو اینٹ ہیں یہ ایسی اینٹ ہیں کہ جس طرح اس اینٹ کے طفیل اتنے صحابہؓ اور اولیاءؒ اور مجدّدؒ اور محدّثؒ ظاہر ہوگئے اسی اینٹ کی برکت سے اور اسی چشمہ سے فیضیاب ہو کر کوئی اگر نبی بن جائے تو وہ اس حدیث کے منافی نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ کوئی علیحدہ اینٹ نہیں ہے بلکہ اسی اینٹ کے انوار اور برکات ہیں جو نبی کریم صلعم کی اینٹ ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب فداہ ابی و امی بھی یہی فرماتے ہیں کہ:۔

"ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم ٭ یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است
ایں آتشم ز آتشِ بحرِ محمدؐ است ٭ وایں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است"

پس یہ حدیث اس قسم کے نبیوں کے آنے سے مانع اور روک نہیں جیسی کہ اولیاء مجدّدین کے آنے سے روک نہیں۔

آٹھویں حدیث لم یبق من النبوّۃ الا المبشرات ہے اس سے جیسے غیر احمدی دوست یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ نبوّت بالکل باقی نہیں رہی صرف مبشّرات ہی رہ گئے ہیں تو آگے جو مبشّرات کی تعریف فرمائی کہ الرؤیا الصالحۃ کہ وہ سچّی خوابیں ہیں سو اگر اس کا یہی مطلب ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں جیسے کہ ظاہری الفاظ سے وہ نتیجہ نکالتے ہیں تو اگلے حصّہ کے بھی یہی معنی کریں کہ نبی اکریم صلعم کے بعد سوائے خوابوں کے اور سب کچھ بند ہوگیا ہے نہ کشوف کا سلسلہ رہا اور نہ الہام کا۔ اگر ہے تو فقط خوابیں ہی خوابیں ہیں مگر یہ تو قرآن اور احادیث کے صریح خلاف ہے جس کو کوئی عقلمند جائز قرار نہیں دے سکتا اس لئے یہ کہنا تو صحیح نہ ہوگا اور پھر اگر اس حدیث کا یہی منشاء ہوتا کہ آئندہ کے لئے دروازہ نبوّت بند ہے تو پھر اس حدیث کی بھی تردید اور اس سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انکار کرنا پڑیگا جس میں آنیوالے نبی کی خبر دی گئی ہے اور اس سے بہت سی مشکلات کا سامنا ہو جائیگا بلکہ اصل اور صحیح اس کے معنی یہی ہیں کہ لم یبق نوع من انواع النبوّۃ الا نوع المبشرات کہ نبوت کی جو دو قسمیں ہیں ایک تشریعی اور ایک غیر تشریعی ان میں سے صرف غیر تشریعی نبوّت رہ گئی ہے جس میں فقط تبشیر اور انذار کا پہلو ہوتا ہے جیسے قرآن شریف میں صاف طور پر اس قسم کی نبوّت کا ذکر آتا ہے کہ رسلاً مبشّرین و منذرین ۔ اور جو حدیث کا اگلا ٹکڑا ہے کہ الرؤیا الصالحۃ تو اس سے مراد فقط یہی ہے کہ خواب بھی اس کا ایک جزو ہے اور اس کا ایک حصہ ہے اور کبھی ایک جزء پر کُل کا لفظ بھی جس میں سے کہ وہ کُل نکلا ہوتا ہے بولا جا سکتا ہے کیونکہ اس سے فقط خوابوں کے علاوہ باقی کشوف اور الہام کی نفی نکلتی ہو تو یہ مفہوم سراسر قرآن شریف کے خلاف ہے جیسے کہ قرآن شریف میں آتا ہے کہ انّ الّذین قالوا ربّنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنّۃ الّتی کنتم توعدون۔

بعض خوش فہم حدیث و مسجدی آخر المساجد کے معنی کرتے ہیں جیسے کہ رسالہ ختم النبوّۃ میں مولوی محمد اسحٰق مونگیری نے لکھا ہے کہ مسجدی آخر مساجد الانبیاء یعنی آنحضرت صلعم کی مسجد عام مساجد کے آخر نہیں بلکہ انبیاءؑ کی مساجد کے اخیر ہے اس کے متعلق سب سے پہلے تو ان سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جب حدیث میں آخر المساجد کا لفظ آیا ہے اور آگے الانبیاء کا لفظ نہیں ہے تو کسی کا کیا حق ہے کہ بغیر کسی دلیل کے وہاں انبیاء کا لفظ لگالے۔ دوم اگر آخر المساجد سے آخر مساجد الانبیاء مراد لینا درست ہے تو کیوں انی آخر الانبیاء سے انبیاء التشریعی لینا جائز نہ ہو۔ تیسرے اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس سے یہی مراد ہے کہ آپکی مسجد پہلے انبیاء کی مساجد کی اخیر ہے تو وہ مساجد اور عبادت خانے اور گرجے جو انکے ماننے والے ان کے بعد بناتے رہے ان کی مساجد سے نبی کریم صلعم کی مسجد آخر نہ ہوئی کیونکہ آپنے تو فقط نبیوں کی مساجد سے اخیر اپنی مسجد کو قرار دیا ہے اور اگر کہو کہ انبیاءؑ کی مساجد کے تحت ہی ان کے ماننے والوں کی مساجد آجاتی ہیں کیونکہ وہ بھی اسی مقصد کو پورا کرنیوالی ہیں جس کو کہ ان کے انبیاء کی مسجدیں پورا کرتی ہیں تو پھر آخر الانبیاءؑ میں جو آپنے اپنے متعلق فرمایا ہے اس میں ایسے نبی جو آنحضرت صلعم کے مقصد کو پورا کرنیوالے ہوں بخوبی آسکتے ہیں کیونکہ وہ کوئی آنحضرت صلعم سے علیحدہ اور جدا مقصد لے کر نہیں آئے جیسے نبیوں کی مساجد میں ان کے ماننے والوں کی مساجد بھی داخل ہو جاتی ہے اسواسطے کہ وہ بھی اسی مقصد کو پورا کرتی ہیں جس کو کہ انبیاءؑ کی مساجد پورا کرتی ہیں ؛

اب میں امر نہم کی طرف آتا ہوں کہ ائمہ سلف و علماء متقدمین کا اس مسئلہ کے متعلق کیا عقیدہ ہے سو ان کے عقیدہ کو جب دیکھا جاتا ہے تو بعینہٖ ان کا وہی اس مسئلہ کے متعلق خیال ہے جو ہمارا ہے چنانچہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شیخ محی الدین صاحب ابن عربی نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ جلد ۲ کے صفحہ ۱۰۰ میں لکھا ہے کہ فان النبوۃ سارية الى يوم القيمة فى الخلق وان كان التشريع قد انقطع فالتشريع جزء من اجزاء النبوة ترجمہ۔ پس بیشک نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری رہنے والی ہے اگرچہ تشریعی نبوت منقطع ہو گئی ہے پس شریعت والی نبوت نبوت کے اجزاء سے ایک جزء ہے۔ اسی طرح اسی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۳ میں آپ لکھتے ہیں النبوۃ التی انقطعت بوجود رسول اللہ صلعم انما ھی نبوۃ التشريع لا تمامها فلا شرع يكون ناسخاً لشرعه صلعم ولا يزيد فى شرعه حكماً اخر وهذا معنى قوله صلعم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدى ولا نبى اى لا نبى بعدى يكون على شرع يخالف شرعى بل اذا كان يكون تحت حكم شريعتى۔ ترجمہ۔ وہ نبوت جو آنحضرت صلعم کے وجود سے ختم ہو گئی ہے وہ فقط شریعت والی نبوت ہے نہ کل کی کل۔ پس اب کوئی شریعت ایسی نہ ہوگی جو آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرنیوالی ہوگی اور نہ ہی کوئی ایسی ہوگی جو آپ کی شریعت میں کوئی حکم زائد کریگی اور یہی معنی نبی کریم صلعم کے اس قول کے ہیں کہ رسالت و نبوت منقطع ہو گئی ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول آئیگا اور نہ نبی یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہ آئیگا جو میری شریعت کے مخالف ہو۔ بلکہ جب بھی ہوگا تو وہ میری شریعت کے ماتحت ہی ہو کر آئیگا۔ پھر آپ فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۶۴ میں لکھتے ہیں کہ انما ارتفعت نبوۃ التشريع فهذا معنى لا نبى بعدہٗ کہ صرف شریعت والی نبوت بند ہو گئی ہے اور یہی معنی لا نبی بعدہٗ کے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئیگا جو نئی شریعت لائے۔ پھر آپ اس کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۷۱ میں فرماتے ہیں فان الرسالة والنبوة بالتشريع قد انقطعت فلا رسول بعدہٗ ولا نبى اى لا اشرع ولا شريعة۔ پھر آپ فتوحات مکیہ میں اسی پہلے صفحہ پر ہی یہ لکھتے ہیں کہ فعلمنا ان قوله لا نبى بعدہٗ اى لا مشرعاً خاصةً لانه لا يكون بعدہٗ نبى۔ اسی طرح آپ فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۵۶۹ پر لکھتے ہیں۔ اور اسی طرح فصوص الحکم صفحہ ۱۴۰ میں لکھا ہے کہ واما نبوۃ التشريع والرسالة منقطعة وفى محمد صلعم قد انقطعت فلا نبى بعدہٗ یعنی مشرعاً ولا رسول هو المشرع۔ اسی طرح فصوص الحکم کے صفحہ ۲۸ میں ہے فان الرسالة والنبوة اعنى نبوة التشريع ورسالته تنقطعان۔ ترجمہ۔ پس نبوت و رسالت یعنی شریعت والی رسالت و نبوت یہ دونو بند ہو گئی ہیں۔ پھر فصوص الحکم کے صفحہ ۱۴۱ میں لکھا ہے۔ فابقى لهم النبوة العامة التى لا تشريع فيها۔ ترجمہ سو باقی چھوڑا ہے آپ نے لوگوں کے لئے عام نبوت کو جس میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ شریعت نہیں ہوتی۔ پھر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی تفہیمات الٰہیہ صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں
ختم به النبیون ای لایبعث من یأمرہ اللہ سبحانہ بالتشریع علی الناس۔
ترجمہ۔ آپکے ساتھ نبیوں کے ختم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد ایسا شخص اللہ تعالیٰ کوئی نہیں بھیجیگا
جس کو کہ اللہ تعالیٰ نئی شریعت کے ساتھ مامور کرکے بھیجے۔

پھر ملا علی قاری صاحب موضوعات کبیر صفحہ ۵۸ میں لکھتے ہیں:۔ معنی لا نبی بعدی انہ
لا یأتی نبی بعدہ ینسخ ملتہ ولم یکن من امتہ۔ ترجمہ۔ لانبی بعدی کے معنی یہ ہیں کہ
آپکے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا جو آپکے مذہب کو منسوخ کر دے۔

پھر شیخ محمد طاہر صاحب تکملہ مجمع البحار کے صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں:۔ عن عائشۃ قولوا
انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا انہ لا نبی بعدہ۔ عائشہؓ سے روایت ہے وہ کہتی
ہیں کہ آپؐ کی شان میں یہ تو کہو کہ آپؐ خاتم الانبیاءؐ ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

پھر امام شعرانی صاحب الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں:۔ فان مطلق النبوۃ
لم ترتفع وانما ارتفع نبوۃ التشریع کہ مطلق نبوت تو نہیں اُٹھی صرف نئی شریعت
والی نبوت منقطع ہو گئی۔

پھر عبد الکریم صاحب جیلی نے انسان کامل صفحہ ۶۳ پر لکھا ہے:۔ نبوۃ التشریع
انقطعت بمحمد صلعم +

(فقط خاکسار ظہور حسین قادیان)

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کا ارشاد سن رائز کے متعلق

جلسہ سالانہ ۱۹۲۷ء کے موقعہ پر سولہ سترہ ہزار حاضرین کو مخاطب فرماتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے
سن رائز (انگریزی اخبار مہینے میں دو بار) کی اہمیت جتلائی۔ اور فرمایا کہ سن رائز خوب کام کر رہا ہے اور اسکی اشاعت
اپنے اور غیر احمدی نوجوانوں اور دیگر انگریزی خوانوں میں بڑھانا نہایت ضروری ہے کیونکہ اسمیں عام اسلامی مفاد کی باتیں ہوتی ہیں
جبتک اسکی اشاعت پوری دس ہزار نہ ہوگی۔ موجودہ قیمت پر یہ علیحدہ ایڈیٹوریل سٹاف کے ساتھ چل نہیں سکیگا۔ موجودہ صورت
میں تو کام آنریری ہو رہا ہے پس احمدی احباب کو چاہیئے کہ وہ اسکی توسیع اشاعت کے متعلق خاص کوشش فرمائیں۔ اور فرمایا کہ ہر صوبہ
پر ایک خاص تعداد ڈال دیجائے کہ اتنے خریدار مہیا کر کے دینا انکا فرض ہے:۔ مثلاً صوبہ پنجاب دو ہزار۔ بنگال دو ہزار
بہار اڑیسہ ایک ہزار۔ بمبئی ایک ہزار۔ مدراس ایک ہزار۔ سرحدی ایک ہزار۔ دکن ایک ہزار
سن رائز کی قیمت دو روپے سالانہ ہے اور طلباء کیلئے ایک روپیہ۔ پس اپنے قرب و جوار کے طلباء ہائی سکول اور کالجوں اور وکلاء

و دیگر معزز اہلکاران سرکار و رؤساء کو خریدار بنانا چاہیئے۔ ہر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری صاحبان (خواہ وہ کسی صیغہ کے ہوں) اور امراء اور دیگر ممبرس حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کا ارشاد و ہدایات بنیاد پورا کرنے کیلئے خاص سعی فرمائیں۔ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے

(خلاصہ تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۲۷ء از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ میرے اپنے الفاظ میں)

تمہید

بہت سے لوگ روحانی بینائی نہ رکھنے کے باعث ٹھوس اور مادی کام کو ہی کام سمجھتے ہیں۔ اور اس بناء پر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق نہایت تعجب سے پوچھتے ہیں۔ کہ آپ نے آکر دنیا میں کیا کام کیا۔ کس ملک میں مسلمانوں کی سلطنت قائم کی اور کتنے غیر مسلموں کو مسلمان بنایا؟ ایسے لوگوں کو سب سے پہلے یہ سوچنا چاہیے۔ کہ حضرت مسیحؑ۔ زکریاؑ۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے کیا کام کیا؟ حضرت یوسفؑ کا ایسا مادی کام کونسا ہے؟ ہندو غور کریں کہ کرشنؑ اور رامچندرؑ نے کیا کام کیا؟ یہودی اور عیسائی سوچیں کہ اسحٰقؑ اور یرمیاہ نے کیا کام کیا تھا؟ غرض تمام غیر شرعی نبیوں کے متعلق ٹھوس کام دیکھنے والوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں۔ ان کا کام ان کی زندگی میں محض عقلاً دکھلایا جا سکتا ہے۔ بعض اوقات کئی صدیوں کے گذرنے پر ان کے بیج کا پھل پیدا ہوتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کے کاموں کو اس نظر سے دیکھنے والوں کو چاہیئے کہ پہلے ان نبیوں کے کام بتلا دیں اور پھر ہم سے مطالبہ کریں۔

چیلنج

حضرت مسیح موعودؑ حضرت مسیحؑ ناصری کے مثیل ہیں۔ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ حضرت مسیحؑ ناصری کے کاموں کے مقابل پر حضرت مسیح موعودؑ کے کام اتنے ہیں۔ کہ ان کے ایک ایک کام کے بالمقابل حضرت اقدسؑ کے سو سو کام پیش کر سکتا ہوں۔ حضرت مسیح ناصریؑ کے ایک معجزہ کے مقابل پر سَو سَو معجزات حضرت مسیح موعودؑ کے پیش کرنے کا میں ذمہ وار ہوں۔ مسلمان وہ کام قرآن پاک سے پیش کریں اور عیسائی اناجیل سے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے کام

میں ان حقیقی اور روحانی کاموں کو چھوڑتا ہوں کیونکہ وہ ایمان اور اعتقاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں آج وہ کام بتاؤنگا جو مادی کاموں کے قریب قریب ہیں۔ اور میں ان کاموں کو پندرہ حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ہر ایک حصہ میں پھر کئی کئی کام ہیں۔

پہلا کام } **خدا تعالیٰ کا یقینی ثبوت اس کی صفات کے ذریعہ پیش کیا۔** اور اسکی صفات کو نشانات اور معجزات سے مرتبۂ یقین تک پہنچایا۔ ہم خدا تعالیٰ کی مالکیت، خالقیت اور قادر مطلق ہونے کو اپنے مشاہدہ کی بناء پر تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ ہم نے اپنی آنکھوں ان صفات کو کام کرتے دیکھا ہے۔ ایک زمانہ ہوا پہلے حضرت اقدسؑ نے اپنا الہام شائع فرمایا "دنیا میں ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کریگا"۔ اس کی صداقت نے اللہ تعالیٰ کی صفت عالم الغیب کو ثابت کردیا۔ مَیں نے اس مضمون کو اپنی کتاب احمدیت میں بیان کیا ہے۔

دوسرا کام کہ کام کرنے والی ایک جماعت کو پیدا کر دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے آنے سے پیشتر مسلمانوں پر یاس و ناامیدی چھا چکی تھی۔ ان کے دل اپنی کامیابی سے مایوس ہو چکے تھے۔ اور جب کسی قوم میں امید باقی نہ رہے۔ تو اس کی کام کرنے کی قوتیں جاتی رہتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر تائیدات الٰہیہ کے ذریعہ قلوب کو امید سے بھر دیا اور ایک ایسی جماعت قائم کر دی جو باوجود قلیل التعداد اور غریب ہونیکے وہ کام کر رہی ہے۔ جو دنیا کی حکومتوں سے نہ ہو سکا۔

تیسرا کام کہ صفات باری تعالیٰ کے متعلق لوگوں کے خیالات میں جو فساد پیدا ہو گیا تھا اس کو دور کیا۔ صفات باری تعالیٰ میں جو فساد پیدا ہُوا اسکی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

اوّل۔ شرک جلی و خفی۔

دوم۔ اللہ تعالیٰ کو محض علۃ العلل اور بے ارادہ سمجھا جاتا تھا۔

سوم۔ وہ دنیا کا خالق نہیں۔ دُنیا آپ ہی آپ ہے۔

چہارم۔ رحم باری کا انکار۔

پنجم۔ صفات الٰہیہ کے دائرہ کو تنگ کیا جاتا تھا۔ مثلاً یہودی کہتے تھے۔ کہ سات ہزار سال کیلئے ہی خالق

ششم۔ امکانِ قدرت کی بحث میں پڑ کر امکان کذب باری کا بھی اعتقاد کیا جاتا تھا۔

ہفتم۔ قانون قدرت بنا کر فارغ ہو بیٹھا ہے۔ اسی بناء پر دعا کو بھی فضول سمجھتے تھے۔

ہشتم۔ صفات الٰہیہ میں تضاد دیکھ کر ان کے اجراء او موقع کو نہ جانتے تھے۔ مثلاً ارحم الراحمین اور شدید العقاب کے اجراء کا مطلب نہ سمجھتے تھے۔

نہم۔ وحدۃ الوجود کا اعتقاد۔

دہم۔ خدا کو محدود قرار دیا جاتا تھا کہا جاتا تھا۔ کہ وہ مجسم عرش پر بیٹھا ہے۔

یازدہم۔ خدا کی طرف توجہ ہی نہ تھی۔

شرک کا ازالہ اور توحیدِ کامل کہ علماء اسلام تین قسم کا شرک مانتے تھے۔ (۱) بتوں وغیرہ کا پوجنا (۲) خدائی صفات غیر اللہ میں ماننا۔ (۳) اشیاء پر اتکال (بھروسہ) یہ آخری قسم روحانی لوگوں کے نزدیک شرک تھی۔ مگر حضرت اقدسؑ نے توحید کی تعریف میں اور بھی بلندی اختیار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فرمائی۔ پہلے اولیاء نے توحید کی تعریف میں کہا ہے۔ کہ تمہارا ہر چیز میں خدا کو دیکھنا توحید ہے۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ بے شک یہ اچھی تعریف ہے۔ مگر پھر وہ انسان کا اپنا تصور ہے۔ اصل اور کامل توحید یہ ہے۔ کہ خود خدا تعالیٰ اپنے بندہ کے لئے ہر چیز میں اپنی جلوہ نمائی کرے۔ پس کامل موحد وہ نہیں جو ہر چیز میں خدا تعالیٰ کا تصور پاتا ہے، بلکہ وہ ہے۔ جس کے لئے خود خدا ہر چیز میں ہو کر نمودار ہو۔ اور ان دونو تعریفوں میں اپنے ذہنی تصور اور واقع کا فرق ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو توحید پیش فرمائی ہے۔ وہ عملی توحید ہے۔ یہی توحید ہے جس سے گناہ بھسم ہو جاتے ہیں۔ اس توحید کے ماننے کے لئے ہم مجبور ہیں ورنہ ہماری زندگیاں تباہ ہو جائینگی۔ اس توحید کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے ویتفکرون فی خلق السمٰوات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ مومنوں کو کائنات عالم پر غور کرتے ہوئے خدا سامنے آجاتا ہے۔ اور انسان اس کو مخاطب کر لیتا ہے اور ھذا کا اشارہ کرتا ہے۔ یہ وہ کامل توحید ہے جسکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کیا ہے۔

حضرت اقدسؑ نے مندرجہ بالا فسادات کیلئے ایک جامع قانون بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنی صفات پر قیاس مت کرو۔ اور اسکی کسی ایک صفت پر غور کرتے وقت یہ ضرور دیکھ لیا کرو۔ کہ وہ مطلب نہ لیا جائے جو دوسری صفات سے ٹکرا جائے اور اس پر کسی ایسے فعل کو وارد مت سمجھو۔ جو اسکی کسی صفت کے مخالف ہو۔ مثلاً اس پر فناء کا آنا اسکی صفت بقاء کے منافی ہے لہٰذا یہ محال ہے وھلم جرًا۔

دُعا کے انکار کے جواب میں حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک قانون بنا دیا ہے، مگر اسی قضاء و قدر میں ایک قانون یہ بھی ہے کہ جب بندے دعا مانگیں تو انکی سُنی جائیگی۔

غرض ان تمام فسادات کا آپ نے مکمل علاج فرمایا جو بالتفصیل آپؑ کی کتب میں درج ہے۔

چوتھا کام } کلام الٰہی کی حقیقت کو دنیا پر ظاہر کیا۔

الف) حضرت اقدسؑ کی آمد کے وقت الہام کے متعلق لوگوں میں چھ وسوسے تھے۔

(۱) الہام یا رحمانی ہوتا ہے یا پھر شیطانی۔

(۲) الہام صرف نیک کو ہی ہو سکتا ہے۔

(۳) الہام لفظی نہیں ہو سکتا۔

(۴) الہام اور خواب کیفیت دماغی کا نتیجہ ہے۔

(۵) الہام ذہنی ترقی میں مانع ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۶) اب الہام بند ہے۔

الہام کے اقسام حضرت اقدسؑ نے ان سب کا ازالہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ پہلا وسوسہ محض دھوکہ ہے۔ الہام کی اصل تقسیم یوں ہے۔ (۱) سچا الہام (۲) جھوٹا الہام۔ اور پھر ان میں ہر دو کی آگے شاخیں ہیں:-

سچے الہام کی شاخیں

(۱) آسمانی۔

(۲) شیطانی۔

(۳) نفسانی۔

پھر آگے آسمانی کے سات اقسام ہیں (۱) انبیاءؑ کی وحی یقینی (۲) اولیاء کی مصفّٰی وحی (۳) سالکوں کی وحی اصطفائی۔ جو انکے مقرب ہونیکی علامت ہوتی ہے۔ (۴) سالکوں کی ابتدائی وحی۔ جو انکی ابتدائی حالت میں ان کے تجربہ کے لئے نازل ہوتی ہے (۵) حریص مومن کی وحی جسے جبیزی بھی کہتے ہیں جو اسکی خواہش کو پورا کرنے کیلئے کر دیجاتی ہے۔ (۶) عام سعید لوگوں کی وحی ارشادی۔ (۷) طفیلی وحی جو دشمن اور بدکار لوگوں کو ہوتی ہے۔

مَیں نے سچے الہام کی اقسام میں شیطانی وحی بھی درج کی ہے۔ کیونکہ وہ بھی بعض دفعہ سچ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ آیت خطف الخطفة اور الّا من استرق السمع سے ثابت ہے اسی طرح سے نفسانی وحی بھی بعض اوقات سچی ہو جاتی ہے۔ جبکہ وہ طبعی ہو مثلاً بیماری کے متعلق پہلے سے خبر ہو جانا یہ امور محسوسہ کے متعلق ہوتی ہے۔ ایک کافی عرصہ پہلے بدن میں خاص تغیر شروع ہو جاتا ہے۔ یہ اسکے ماتحت ہوتی ہے۔ یا پھر وہ نفسانی وحی ایسے امور علمیہ کے متعلق ہو۔ جو ایک لمبے غور اور سوچ کے نتیجہ میں اچانک پیدا ہو جاتے ہیں تیسری اتفاقی خواب بھی سچی ہو جاتی ہے۔

جھوٹے الہام کی اقسام جھوٹا الہام بھی کئی قسم کا ہوتا ہے (۱) شیطانی (۲) نفسانی۔ پھر نفسانی الہام یا تو تغیر دماغ سے ہوتا ہے جیسے وسوسے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یا پھر انسان کی خواہش و آرزو کے نتیجہ میں ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ہر طبقے کے لوگوں کو الہام ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک بدکار کو بھی کسی وقت الہام ہو سکتا ہے مگر وہ الہام ان کی روحانیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اور نبیوں کے الہام کو دیگر اقسام الہام سے نمایاں امتیاز ہوتا ہے۔ کیونکہ قدرت الٰہی اسکی تائید میں انکے شامل حال ہوا کرتی ہے۔

عدم لفظی کا جواب جو لوگ لفظی الہام کے قائل نہ تھے۔ ان کے جواب میں اوّل تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مشاہدہ کو پیش فرمایا۔ دوسرا جواب آپ نے یہ دیا۔ کہ دنیا میں لاکھوں انسان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بعد آنحضرت صلعم ہونیوالے ہیں یا نہیں۔ سو اس امر کو معلوم کرنیکے لئے احادیث صحیحہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اُمّت میں آنحضرت صلعم نے خطرناک طور پر فساد اور گمراہی اور اختلاف کے پیدا ہونیکی خبر دی ہوئی ہے ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل احادیث:۔

حدیث صحیح مسلم جلد دوم میں آتا ہے کہ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلعم لتتبعن سنن من قبلکم شبراً بشبرٍ و ذراعاً بذراع حتی لو دخلوا فی جحر ضبٍ لا تبعتموھم قلنا یا رسول اللہ الیھود والنصاریٰ قال فمن۔ ترجمہ ابی سعید خدری سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے تم ضرور پیروی کروگے ان لوگوں کی جو تم سے پہلے ہوئے بالشت بر بالشت کے اور ذراع ساتھ ذراع کے۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تو تم اس میں بھی انکی پیروی کروگے (مراد انکی پوری پوری موافقت کرنی ہے) ہم نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ کیا یہود اور نصاریٰ کی ہم پیروی کرینگے تو آپنے فرمایا کہ پھر اور کس کی۔ سو جسقدر یہود و نصاریٰ میں فساد و اختلاف پیدا ہوئے تھے اسکی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں اسکو تو ہر ایک جان سکتا ہے۔

(۲) دوسری حدیث میں آپنے فرمایا کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یفشوا الکذب۔ ترجمہ۔ سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے جس میں مَیں ہوں پھر ان کا جو انکے بعد کے لوگ ہونگے پھر جو انکے بعد لوگ ہونگے پھر اسکے بعد جھوٹ پھیل جائیگا۔

(۳) پھر ایک اور حدیث میں فرمایا کہ یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے۔ اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے مگر میری اُمّت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائیگی۔

(۴) پھر فرمایا کہ لم یبق من الاسلام الا اسمہٗ ولم یبق من القرآن الا رسمہٗ۔ کہ اسلام کا صرف نام ہی نام رہ جائیگا اور قرآن رسم کے طور پر۔

ان احادیث پر نظر کرنے سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلعم کے بعد کثرت سے اختلاف ہونے والا تھا۔

سو اسکے بعد یہ معلوم کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ اس کا کیا علاج ہے اس کی طرف بھی قرآن شریف خود ہم کو رہنمائی کرتا ہے کہ ایسے موقعہ پر انبیاءؑ اور رسولوں کے ذریعہ سے اختلاف دُور کیا جاتا ہے جیساکہ آیت لیحکم بین الناس سے معلوم ہوتا ہے اور چونکہ اختلاف کو دُور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ ہمیشہ انبیاءؑ کو ہی بھیجتا رہا ہے اس واسطے ضروری تھا کہ اس اُمّت میں بھی اختلاف پیدا ہونے کے وقت اللہ تعالےٰ وہ ہی طریق اختیار کرتا جو پہلے قدیم سے کرتا آیا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلعم نے آنیوالے کا نام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سکتے نظر آئینگے کہ ہم نے کوئی آواز سنی مگر وہاں پر بظاہر کوئی وجود آواز دینے والا نظر نہ آتا تھا۔ جسے لوگ ہاتف غیبی کی آواز کہتے ہیں۔ تو کیا نبی خدا کی آواز کو نہیں سن سکتے۔ غرض جس طرح ایسی آوازوں کا آجانا ممکن ہے ویسے ہی لفظی الہام ہو جانے میں بھی کوئی عقلی محال لازم نہیں آتا۔ سوم آپ نے فرمایا۔ کہ نبی کو ایسی زبان میں بھی الہام ہو جاتا ہے جسکو وہ نہیں جانتا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ لفظی الہام نہ صرف ممکن ہے بلکہ ہوتا ہے۔ باقی خدا کو بولنے کیلئے زبان کی ضرورت نہیں جس طرح دنیا بنانے کیلئے اسے ہاتھوں کی احتیاج نہ تھی۔ چہارم آپ نے فرمایا۔ کہ اگر لفظی الہام نہ ہو تو یقین کامل پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ محض تصورات اور قلبی خیالات کو کیونکر یقینی طور پر منجانب اللہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

الہام محض دماغی کیفیت کا نتیجہ نہیں!

اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ الہام بعض اوقات دماغی کیفیت کا بھی نتیجہ ہوتا ہے جیسا کہ اقسام الہام میں اوپر بیان ہو چکا ہے لیکن نبیوں کے الہامات کو دماغی کیفیت کا نتیجہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اوّل۔ کیونکہ ان کے الہام ایسے علوم پر مشتمل ہوتے ہیں جن کو دماغ انسانی نہیں بتا سکتا۔ مثلاً ان میں امور غیبیہ پر اطلاع دی جاتی ہے۔ اور یہ اطلاع کسی صورت میں بھی دماغی کیفیت کا نتیجہ قرار نہیں دی جا سکتی۔ دوم۔ الہام بہترین دماغ والوں کو ہوتا ہے۔ وہ کسی عارضہ یا جنون کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ جنون وغیرہ بڑھاپے میں ترقی کر کے انسان کو بالکل بدحواس کر دیتے ہیں۔ مگر یہاں پر معاملہ برعکس ہے۔ کیونکہ انبیاءؑ کے علوم زیادہ عمر کی وجہ سے اور بھی ترقی کرتے جاتے ہیں۔

الہام ذہنی ترقی میں مانع نہیں

الہام عقل کی بلند پروازیوں کو روکنے والا نہیں بلکہ انکو صحیح مسلک تک چلانیوالا ہے روحانی سلسلہ میں عقل کا کوئی مددگار ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ دنیوی امور میں تجربہ اس کا معاون ہے۔ اور وہ مددگار الہام ہے۔ تجربہ ہی روحانی امور میں مددگار نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ روحانی زندگی اصل مقصود ہے۔ اور تجربہ کی صورت میں لاکھوں انسان تجربہ کرتے کرتے ہی جہنم میں چلے جاتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے رحم فرما کر الہام کے ذریعہ سے عقل کی رہنمائی کی۔

الہام بند نہیں

لوگ خیال کرتے تھے۔ کہ اب الہام بند ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ غلط ہے۔ کیونکہ الہام کی ضرورت موجود ہے۔ پس اس کا وجود ضروری ہے۔ آپ نے الہام کے جاری ہونیکے لئے حسب ذیل وجوہات پیش فرمائے:۔

(۱) الہام ایک نعمت ہے اور اس کا بند ہونا ایک عذاب ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی نعمت کو بلا وجہ بند نہیں فرماتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۲) ہم یہ مانتے ہیں۔ کہ قرآن مجید مکمل شریعت ہے۔ اب اسکے بعد کسی شریعت کی ضرورت نہیں اسلئے اب شریعت والا الہام نہیں ہو سکتا۔ مگر شریعت کے علاوہ بھی الہام ہوتا ہے۔ تاکہ یقین کامل پیدا ہو۔ اور یقین کامل کی ہر زمانے میں ضرورت ہے۔

(۳) الہام معارف پر آگاہ کرتا ہے ایک منٹ میں روحانی علوم بتا دیتا ہے۔ قرآن مجید کے فہم کے لیئے بھی الہام کی ضرورت ہے۔

(۴) الہام کی ایک غرض خدا تعالیٰ کا اپنے بندہ سے "اظہار محبت" کرنا بھی ہے۔ اسلئے سلسلہ الہام کا جاری رہنا از بس ضروری ہے۔

(۵) اگر اب الہام بند مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کی تکلم میں تعطل ماننا پڑیگا۔ جو ایک نقص ہے۔

تعطل صفات باری اور حضرت اقدس

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صفات باری میں جو تعطل میعادی مانا ہے وہ بالشرط ہے یعنی جو دو صفات آپس میں متضاد واقع ہوں۔ انکے ظہور میں میعادی تعطل ہو سکتا ہے۔ مثلاً وحدت اور خلق کا دوران میں تعطل میعادی ہوگا۔ کیونکہ آپسمیں متضاد ہیں مگر الہام سے کوئی صفت متضاد نہیں۔ اس لئے اس میں تعطل میعادی بھی نہیں ہو سکتا۔ الہام ہمیشہ ہوتا ہے ہر وقت اور ہر منٹ میں ہوتا ہے۔ کوئی دن نہیں چڑھتا جب سینکڑوں انسانوں کو خواب یا الہام نہ ہو۔ باقی سننے کیلئے کان چاہئیں۔

(۶) پھر الہام انسان کا ایک فطری تقاضا ہے۔ انسان اپنے محبوب کی آواز سننے کیلئے بے تاب ہوتا ہے۔ اس لئے الہام جاری رہنا چاہیئے۔

(ب) کلام الٰہی کی حقیقت کی دوسری شق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان غلطیوں کو دور کیا۔ جو قرآن مجید کے متعلق لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئی تھیں۔ اور وہ غلطیاں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) **تبدیلی اور تغیر کا عقیدہ** ۔ بعض لوگ کہتے تھے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ نے کچھ حصہ غائب کر دیا ہے۔ یا کم از کم تبدیلی کر دی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسکی تردید فرمائی۔ اور کیا ہی زبردست دلیل دی ہے۔ فرمایا۔ کہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ میں مکمل شریعت ہوں۔ اگر حضرت ابو بکرؓ یا کسی اور نے اس کا کوئی حصہ کم کر دیا ہے تو اسکے معنی لازماً یہ ہونگے۔ کہ اب یہ ناقص شریعت ہو۔ مگر کوئی روحانی، اخلاقی، تمدنی یا علمی ضرورت ایسی نہیں۔ جس کا جواب قرآن پاک میں موجود نہ ہو۔ پس ماننا پڑیگا۔ کہ کوئی سورہ یا آیت غائب نہیں ہوئی ورنہ قرآن پاک نامکمل ہوتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۲) **قرآن کریم میں ناسخ منسوخ کا عقیدہ**۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بتلایا کہ یہ بالکل غلط ہے کہ بعض آیات منسوخ ہیں۔ اور آپؑ نے ان منسوخ کردہ آیات میں سے نکات و معارف پیش کیئے۔ لوگوں نے محض اپنے عدم فہم کے باعث ان کو منسوخ قرار دیا تھا۔ اور ان معارف کی موجودگی میں کوئی انہیں منسوخ نہیں مان سکتا۔

(۳) **فہم قرآن گذشتہ قرون میں ختم ہو گیا ہے**۔ قرآن مجید کے متعلق یہ خطرناک اعتقاد تھا۔ آپؑ نے اسکے جواب میں اپنی ذات کو بیان معارف اور فہم قرآن کے لئے پیش کیا۔ بلکہ بڑے زور سے اعلان فرمایا کہ اسکے اسرار و معارف غیر متناہی ہیں۔ آپؑ نے آیات اذا العشار عطلت و اذا الوحوش حشرت وغیرہما میں بے نظیر معارف بتلا کر اس غلط خیال کی تردید فرمائی۔

(۴) **قرآن پاک میں عدم ترتیب کا عقیدہ**۔ لوگ اپنی کم فہمی کے باعث یہ نہ مانتے تھے۔ کہ قرآن مجید میں لفظ کے ساتھ لفظ اور آیت کے ساتھ آیت کی ترتیب ہے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن پاک میں لفظی و معنوی ترتیب کا دعویٰ کیا اور اسکو ثابت کر کے دکھا دیا۔ تقدیم و تاخیر کے مدعیوں سے آپؑ نے کہا۔ کہ مانا کلام میں تقدیم و تاخیر جائز ہوا کرتی ہے۔ مگر بتلاؤ کہ ترتیب رکھنا اعلیٰ ہے یا تقدیم و تاخیر۔ جس کے جواب میں ہر شخص کو یہی کہنا پڑیگا۔ کہ ترتیب ہی اعلیٰ ہے بس خدا تعالیٰ کے کلام میں ترتیب ہی ہونی چاہیئے۔

(۵) **قرآن مجید میں تکرار بتلایا جاتا تھا**۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا رد کیا اور فرمایا۔ کہ ہر لفظ نیا واقعہ اور نیا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ آپؑ نے قرآن مجید اور سورہ فاتحہ کو پھول سے تشبیہ دی ہے۔ کیا پھول کی پتیوں میں تکرار بتلایا جاتا ہے۔ بلکہ پھول کا حسن ہی ہر پتی کی علیحدہ موزونیت سے ہے۔ پھر آپؑ نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ "سارا قرآن مکرر وجود بنتا ہے"۔ تو کیا اب دو دو آنکھوں کا ہونا۔ بتیس ۳۲ دانتوں کا ہونا بے شمار بالوں کا ہونا یہ سب تکرار میں داخل ہیں۔ کیوں معترض ان سب کو صرف ایک ایک ہی نہیں رکھتا۔ پس یہ اعتراض اور خیال بھی غلط ہے۔

(۶) **پہلے قصص محض عبرت کے لئے آئے ہیں**۔ یہ بھی بہت خطرناک عقیدہ ہے۔ کیونکہ کل کو کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ رامچندر اور کرشن کا قصہ بھی داخل کر لو۔ اس سے بھی عبرت حاصل ہوتی ہے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ وہ سب آیندہ اُمّت محمدیہ کیلئے پیشگوئیاں ہیں۔ اب اس عقیدہ کی موجودگی میں کوئی اور قصہ داخل نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ہم نہیں جانتے۔ کہ وہ قصہ بھی پیشگوئی ہے یا نہیں قرآنی قصص اپنے اپنے موقعہ پر پورے ہو رہے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ سے نملہ کا واقعہ ہارون الرشید کو پیش آ چکا ہے۔

(۷) **تاریخ اور سائنس کے خلاف باتیں ہیں**۔ نئے تعلیم یافتہ لوگ اس اثر کے نیچے آ چکے تھے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سرسید نے بھی یہاں تک لکھدیا تھا۔ کہ قرآن مجید میں خطابیات بھی ہوتی ہیں۔ مگر پھر امان اُٹھ جائیگا۔ کون فیصلہ کریگا کہ یہ خطابیات میں ہے یا نہیں۔ ایسا ہی سائنس کے خلاف بعض باتوں کو سمجھا جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان دونوں کی پرزور تردید فرمائی۔ آپؑ نے بتلایا۔ کہ قرآن خدا کا قول ہے اور سائنس اس کا فعل۔ خدا کے قول اور فعل میں مخالفت نہیں ہو سکتی اگر کسی جگہ تضاد نظر آئے تو یا خدا کے قول کو سمجھنے میں لوگوں کو غلطی لگی ہے یا پھر اسکے فعل کو درست نہیں سمجھا گیا۔

(۸) قرآن پاک میں بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بے فائدہ آجاتی ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے اسکی تردید فرمائی لوگ "کشفت عن ساقیھا" (اس عورت نے اپنی پنڈلیاں ننگی کیں) کے واقعہ کو ایک معمولی بات بلکہ حضرت سلیمانؑ کا ایک عیب بتلاتے تھے۔ مگر حضرت صاحبؑ نے اس واقعہ کو یوں تعبیر کیا۔ کہ بلقیس چونکہ سورج کی چمک۔ دمک اور روشنی کے باعث اسکی پرستار ہوگئی تھی اور اصل منبع ضیاء (ذات باری) کو بھول گئی تھی۔ اسلئے حضرت سلیمانؑ نے اس کو سمجھانے کیلئے نہر پر شفاف شیشے لگوا دیئے اور اس نے پانی سمجھ کر کپڑا اُٹھایا۔ مگر جب میں نظر کی غلطی معلوم ہوئی جس سے اسکو شمس کی بجائے خالقِ شمس کے سامنے سجدہ کرنیکی توفیق ملی۔ اب اس نقطۂ نگاہ سے یہ آیت کسقدر اہم اور ذی شان ہے۔

(۹) قرآن مجید کے بہت سے دعاوی بے دلیل ہیں۔ آپؑ نے اس کا بھی ردّ فرمایا۔ اور کہا کہ قرآن پاک کے ہر دعویٰ پر دلائل قاطعہ قائم ہیں بلکہ قرآن مجید ہر ایک دعویٰ کی دلیل خود دیتا ہے وہ ہمارے دلائل کا محتاج نہیں۔ حضرت صاحبؑ نے تمام اہل مذاہب کے سامنے اس معیار کو رکھا۔ کہ وہ اپنی الہامی کتاب سے ہی دعویٰ اور اسمیں سے ہی دلیل پیش کریں۔ اس معیار سے سب مذہب مر گئے۔ جنگ مقدس کے مباحثہ میں حضورؑ نے اسی طریق کو اختیار فرمایا تھا۔

(۱۰) علوم یقینیہ کے خلاف تعلیم دیتا ہے۔ مثلاً آیت والسّماء ذات الرجع پر اعتراض کیا گیا۔ کہ اوّل تو آسمان کا وجود ہی نہیں پھر اس کا چکر کھانا چہ معنی دارد؟ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہ لغت سے ناواقفی کا نتیجہ ہے۔ السماء کے معنی بادل اور الرجع کے معنی بار بار۔ کہ بادلوں کا عند الضرورت بار بار برسنا ضرورت الہام کا گواہ ہے۔ گویا فرمایا کہ اجرام فلکیہ کی تاثیرات اور زمین کے تاثرات (والارض ذات الصدع) گواہ ہیں کہ انسانوں کو اس کلام کی ضرورت ہے۔

بعض مسلمان سمجھتے تھے۔ کہ ٹھوس آسمان ہے اور اسمیں یہ ستارے جڑے ہوئے ہیں حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ کہ ٹھوس آسمان نہیں اور یہ ستارے اپنے اپنے دائرہ میں کام کر رہے ہیں۔ کلٌ فی فلکٍ یسبحون۔

خلق منھا زوجھا سے یہ سمجھا جاتا تھا۔ کہ مرد کی پسلی سے عورت کو پیدا کیا۔ آپؑ نے بتلایا اس سے مراد یہ ہے کہ مرد کا ہم جنس اور ہم جذبات پیدا کیا۔ یعنی مرد اور عورت کے جذبات برابر ہیں۔ پہلا مفہوم ایک معمولی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سی بات اور خلاف عقل ہے۔ لیکن دوسرا مفہوم تمدن کا بنیادی اصل ہے۔ اسمیں عورت کی حیثیت کو کتنا بلند کیا گیا ہے۔ ایسا ہی فی ستۃ ایام پر اعتراض کیا جاتا تھا۔ آپؑ نے فرمایا۔ کہ چھ دن مراد ہیں مگر یہ دن رات مراد نہیں۔ کیونکہ یہ تو زمین آسمان سورج چاند کے بننے کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ باقی خدا کا یوم پچاس پچاس ہزار سال کا بھی ہوتا ہے۔

(۱۱) لوگوں نے تفسیریں تو کیں مگر اصول تفسیر بیان نہ کئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اصولِ تفسیر بیان فرمائے اور وہ حسب ذیل بارہ ۱۲ اصول ہیں:۔

اوّل۔ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا راز ہے۔ وہ صرف تعلق رکھنے والوں پر کھولا جاتا ہے اسلئے خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو۔ دوم۔ قرآن پاک میں ترتیب مضامین ہے۔ اس بات کو نظرانداز کر کے مت تفسیر کرو۔ سوم۔ قرآن مجید کا کوئی لفظ زائد نہ ہوگا بامعنی ہوگا۔ چہارم۔ جو لفظ قرآن مجید میں ہے اسکی جگہ کوئی دوسرا مترادف نہیں رکھا جا سکتا۔ (اس سے لغت کی کامل تحقیقات اور باریک بینی کی ضرورت بتلائی) پنجم۔ ہمیشہ سیاق و سباق کو مدِ نظر رکھو۔ ششم۔ قرآن مجید ہر دعویٰ کی دلیل خود دیتا ہے اسلئے جہاں کوئی دعویٰ نظر آئے اس جگہ دلیل بھی تلاش کرو۔ ہفتم۔ قرآن کریم کی شان یہ ہے کہ اس کی ایک آیت دوسری کی تفسیر کرتی ہے۔ "یفسّر بعضہ بعضاً" اسلئے اگر کسی جگہ نامکمل مضمون یا بظاہر خلاف عقل دیکھو تو دوسری جگہ تلاش کرو ضرور مل جائیگا۔ ہشتم قرآن پاک میں تکرار نہیں۔ نہم۔ قرآن پاک میں قصے نہیں۔ دہم۔ کوئی حصہ منسوخ نہیں۔ یازدہم۔ خدا کا کلام اور اسکی سنت مخالف نہیں ہوتے۔ دوازدہم۔ قرآن کریم کی سورتیں بمنزلہ اعضاء انسانی کے ہیں۔ اس کے مطالب پر نظر کرو تو اجمالی طور پر سارے قرآن کریم پر نظر کرو۔ یہ اصول ہیں جو آپؑ نے بیان فرمائے تا انکی روشنی میں تفسیر کی جائے۔

(۱۲) قرآن کریم کو حدیث کے تابع کرتے تھے۔ لوگ کہتے تھے۔ کہ قرآن بغیر حدیث کے حل نہیں ہو سکتا۔ اسکی وہ تفسیر کرنی چاہیئے جو حدیث میں لکھی ہو۔ بلکہ بعض حدیثوں کے ذریعہ آیات قرآن کو منسوخ قرار دیا جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ یہ غلط ہے بلکہ حدیث قرآن مجید کے تابع ہے۔ یہ نہیں کہ قرآن کے وہ معنی کرینگے جو حدیث میں ہیں۔ بلکہ ہم اس حدیث کو ہی صحیح مانیں گے جو قرآن مجید کے مطابق ہو گی۔

(۱۳) قرآن محض مجمل کتاب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسکے مفصل اور مشرح کتاب ہونیکا دعویٰ فرمایا۔ اور اسکو خود قرآن مجید سے ثابت کیا۔

(۱۴) بعض تعلیموں کو وقتی اور قابلِ تبدیل مانا جاتا تھا۔ امیر علی وغیرہ نے تو نماز وغیرہ کو بھی معاف کرنیکی اجازت دیدی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ قرآن مجید کا کوئی شوشہ بھی ٹل نہیں سکتا۔ کوئی حکم وقتی نہیں سوائے اسکے جسے خود قرآن وقتی قرار دیدے۔ یعنی قرآن مجید میں موجود ہو۔ کہ یہ کام فلاں وقت کرنا ہے اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فلاں وقت نہیں کرنا۔ باقی سب تعلیمات ہر زمانے کے لئے ہیں۔

(۱۵) قرآن مجید کی طرف سے توجہ ہٹ گئی تھی۔ اس بے التفاتی کا یہ عالم تھا۔ کہ عربی مدارس میں بھی صرف نحو پر زور رہوتا تھا۔ قرآن مجید کا ترجمہ تک نہ پڑھایا جاتا تھا۔ حضرت صاحبؑ نے ہی قرآن مجید کو قرآن (کثرت سے پڑھا جانیوالا) کر کے پیش فرمایا۔ حضرت اقدسؑ سے پیشتر بہت سے مسلمان شاعر گذرے ہیں اور انہوں نے بہت نعتیں کہی ہیں۔ مگر قرآن مجید کی تعریف میں ان کے شعر نظر نہیں آتے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ہی پہلے فرمایا:۔ ؎

جمالِ و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے ✣ قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

مولوی ثناء اللہ صاحب جیسا متعصب بھی عند الضرورت حضرت مسیح موعودؑ کے ہی یہ شعر پڑھتا ہے۔

پانچواں کام۔ ملائکہ کے متعلق غلطی دور کی۔ ملائکہ کے متعلق لوگوں میں تین بڑی غلطیاں تھیں جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے درست کیا۔

پہلی غلطی اور اس کی اصلاح } لوگ فرشتوں کے وجود کے منکر تھے۔ انسانی قویٰ کا نام فرشتے رکھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ خدا کو خارجی فرشتوں کی کیا ضرورت ہے۔ اس سے وہ محتاج ثابت ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جس طرح پیٹ بھرنے کیلئے روٹی اور پیاس بجھانے کیلئے پانی ذریعہ قرار دیا گیا۔ اور اس سے خدا کی احتیاج نہ ثابت ہوئی۔ تو اگر اس نے اپنے الہام کیلئے فرشتوں کو ذریعہ مقرر کر لیا تو وہ اس سے محتاج کیسے بن گیا۔ نیز آپؑ نے فرمایا۔ کہ ترقیات کیلئے فرشتوں کا وجود از بس ضروری ہے۔ باریک در باریک تحقیق ہوتے ہوتے علوم نکل آتے ہیں۔ آخری وجود ان ذرات کی کڑی کو سنبھالنے والا بالارادہ چاہیئے تاکہ ذہنی قوتیں ترقی کرتی جائیں۔

دوسری غلطی اور اس کی اصلاح } فرشتے مجسم ہو کر آتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا یہ بالکل غلط ہے۔ فرشتوں کا آنا انکے تصرف کا ہم معنی ہے وہ سب اپنی جگہ پر رہ کر اپنے سب کام کرتے ہیں۔ جبرائیلؑ اپنی جگہ پر رہتا ہوا الہام کرتا ہے۔ عزرائیل اپنے مقام پر ہوتے ہوئے مختلف اشخاص کی ارواح قبض کرتا ہے۔ غرض انکے نزول سے ان کا تصرف مراد ہوتا ہے۔

تیسری غلطی کی اصلاح } مسلمانوں میں بھی یہ خیال رائج ہو چکا تھا۔ کہ فرشتے گناہ بھی کر لیتے ہیں۔ ابلیس کو بھی پہلے فرشتہ قرار دیا جاتا تھا۔ جو سرکش ہو گیا۔ ہاروت و ماروت کا قصہ۔ حضرت اقدسؑ نے اسکی تردید کی اور فرمایا۔ کہ فرشتوں میں تو بدی کی قوت ہی نہیں رکھی گئی۔ انکی تو شان ہی "یفعلون ما یؤمرون" ہے۔ نیز بتلایا۔ کہ ہاروت و ماروت کا فرضی قصہ بالکل غلط ہے۔ ابلیس کے متعلق اللہ جلشانہ نے فرمایا ہے "کان من الجن" کہ وہ جنوں میں سے تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چھٹا کام - انبیاءؑ کے متعلق غلط خیالات کا ازالہ -

پہلی غلطی کا ازالہ } عیسائی بلکہ اہلِ سنّت والجماعت بھی عصمت انبیاءؑ کے خلاف ہیں - اور انکی کتابوں میں نبیوں پر الزام موجود ہیں - حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے عصمت انبیاءؑ کو ثابت کیا اسکے لئے دو زبردست دلیلیں دیں - اوّل - انبیاءؑ خدا کے برگزیدہ اور اسکے مقربانِ بارگاہ ہوتے ہیں - انہیں باری تعالیٰ کی معرفت کاملہ گناہ سوز ہوا کرتی ہے - لہٰذا ان سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتا - اور وہ معصوم ہوتے ہیں - دوم - نبی کی بڑی ضرورت یہ ہوتی ہے - کہ وہ ایک پاک نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرے - اگر وہ خود ہی معصوم نہیں تو نبی کی ضرورت ہی پوری نہیں ہو سکتی - پس نبوّت کے مقام پر کھڑا کیئے جانے والے کا معصوم ہونا ضروری ہے -

دوسری غلطی کا ازالہ } دوسرا دھوکا یہ لگا ہوا تھا - کہ نبی سے اجتہادی غلطی ممکن نہیں - گویا پہلے خیال کے بالکل برعکس اور غلو سے پُر خیال تھا - حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا - کہ اجتہادی غلطی ہوتی ہے اور ہونی ضروری ہے (۱) کیونکہ تا یہ معلوم ہو - کہ یہ کلام انکے اپنے دماغ کا اختراع نہیں بلکہ کسی کا کلام ہے - کیونکہ انسان اپنے کلام کے سمجھنے میں کبھی غلطی نہیں کر سکتا - جب غلطی کرتا ہے تو دوسرے کے کلام کے متعلق ہی کرتا ہے - پس اجتہادی غلطی تو انکی صداقت کی دلیل اور ان لوگوں کا جواب ہے جو کہتے ہیں - کہ دماغی کیفیت کا نتیجہ الہام ہے - (۲) بعض دفعہ نبیوں سے خدا اجتہادی غلطی کرواتا ہے جسکی دو غرضیں ہوتی ہیں اوّل - اصطفاء - یعنی انکے مدارج میں ترقی - جیسے حضرت ابراہیمؑ کی خواب ہے جسکی بناء پر وہ بیٹا ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے - اس خواب کی تعبیر میں یقیناً ابراہیم سے غلطی کروائی گئی تھی ورنہ اللہ تعالیٰ ذبح کرنے سے نہ روکتا - اس غلطی سے صرف حضرت ابراہیمؑ کے اخلاص کا اظہار مطلوب تھا تا مدارج میں ترقی دیجائے - دوم - ابتلاء - جیسے صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا -

خوابوں کا تعبیر طلب ہونا ہی انکے منجانب اللہ ہونیکی دلیل ہے - کیونکہ دماغی اختراع یا پراگندہ ہوتا ہے یا بغیر تعبیر کے نظارہ ہوتا ہے -

شفاعتِ انبیاءؑ کے متعلق دو غلطیوں کا ازالہ } (۱) لوگ سمجھتے تھے - کہ سب کی شفاعت ہو گی اس لئے گناہوں پر جرأت پیدا ہوتی تھی - (۲) دوسری طرف شفاعت کو شرک اور صفات باری کے خلاف بتایا جاتا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا - کہ دونو باتیں غلط ہیں - اور یہ غلطی محض اسلئے واقعہ ہوئی کہ شفاعت کی حقیقت پر غور نہیں کیا گیا - شفاعت اذنِ الٰہی سے ہو گی یعنی جب باوجود پوری کوشش کے انسان میں خامی رہ جائے تو شفیع اس میں اپنی رنگت کو دیکھ کر اسکی خامی کو نظر انداز کر کے باذن اللہ اپنے ساتھ نجات کا وارث بنائیگا - شفاعت کیلئے ہمرنگ ہونا ضروری ہے - اسلئے شفاعت نہ شرک ہے نہ گناہ کی محرک ہے - صفات باری کے بھی خلاف نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کام بعض دفعہ بالواسطہ ہوتے ہیں اور بعض دفعہ بلاواسطہ - شفاعت میں بالواسطہ کی جلوہ گری ہے -

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر فرمایا کہ کمالات ورثہ سے آتے ہیں۔ باپ میں قابلیت ہو تو بیٹے میں آتی ہے۔ اسی طرح روحانی کمال بھی ورثہ سے آتا ہے اور وہ شفیع کے ذریعہ سے۔ پس شفاعت دنیا میں بھی جاری ہے اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اس نبی کے فیوض جاری ہیں۔

حضرت مسیحؑ کے متعلق چند غلطیوں کی اصلاح

اوّل۔ پیدائش کے متعلق۔ یعنی اسکو روح اللہ مانا جاتا ہے اسلئے وہ خدا کا بیٹا ہے حضرت مسیح موعودؑ نے جواب دیا۔ کہ روح اللہ تو سب میں ہوتی ہے حضرت مسیحؑ کو چونکہ معاند لوگ ولد الزنا کہتے تھے۔ اس لئے روح اللہ کہکر اسکی تردید فرمائی جیسے مَا کَفَرَ سلیمانُ آیا ہے۔ کیونکہ یہودی کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ آخری عمر میں کافر ہو گئے تھے۔ تو گویا اعتراض ہونیکی وجہ سے اظہار کی ضرورت پیش آئی۔ باقی حکمت اس ولادت میں یہ تھی۔ کہ تا یہود کو بتلایا جائے۔ کہ تمہاری شرارتوں کے نتیجہ میں اب نبی تمہاری قوم سے نہ ہونگے۔ اسکی ماں تو اسرائیلی ہے۔ مگر آیندہ نبی بالکل اسرائیلی نہ ہوگا۔ دوم۔ صرف مسیحؑ اور اسکی ماں ہی مس شیطان سے پاک ہے۔ اسکے جواب میں فرمایا کہ ہمارے سیّد و مولیٰ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ اگر میاں بیوی تعلّقات کے وقت اللّٰھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا پڑھ لیا کریں تو "لم یمسّہ الشیطان"۔ جو بچّہ ہوگا اسکو شیطان مس نہ کریگا۔ پس اس حدیث سے مسیحی و مریمی صفات والے لوگ مراد ہیں۔ یا پھر یہ بیان تردید الزام کے لئے آیا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا۔ سوم۔ معجزات کے متعلق غلطیاں مثلاً جسمانی مُردوں وغیرہ کو اچھا کرنا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ حقیقی مُردے کوئی انسان زندہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے۔ اسجگہ مُردوں سے مراد روحانی مُردے ہیں۔ یا قریب المرگ۔ پرندوں سے مراد مومن ہیں یا پھر یہ علم الترب کا ایک کرشمہ تھا۔ غرض ایسی ہی تمام اغلاط کو آپنے دُور فرمایا جو اسلام کے چہرہ پر بدنما داغ تھے۔ چھارم۔ لوگوں نے مسیحؑ کی تعلیم کو اعلیٰ ٹھیرایا۔ کیونکہ کمال حلم کی تعلیم ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ یہ تو ناقص تعلیم ہے اور ناقابل عمل بھی۔ محض یہود کی سنگدلی کے علاج کیلئے وقتی تعلیم تھی۔ پنجم مسیحؑ کے واقعات صلیب وغیرہ کی غلطی کو دُور فرمایا۔ آپنے خود اناجیل سے بتلایا۔ کہ مسیحؑ صلیب پر چڑھا ضرور ہے۔ مگر اسپر مرا نہیں ورنہ اسکو (نعوذ باللہ) لعنتی ماننا پڑیگا۔ آپنے یونس والے نشان کی مانند نشان سے زبردست استدلال کیا۔ کیونکہ حضرت یونسؑ زندہ ہی مچھلی کے پیٹ میں داخل ہوئے تھے اور زندہ ہی نکلے تھے۔

ششم۔ حیات مسیحؑ اور دوبارہ آمد کی غلطی کو دُور فرمایا۔ مسیحؑ کو دو ہزار سال سے یوں سنبھال کر رکھنے اور پھر نبوّت سے معزول کر کے اُمّت محمّدیہ کی اصلاح کیلئے بھیجنے میں خود اللہ تعالیٰ کی شان پر حرف آتا ہے اور پھر اس میں آنحضرت صلعم، اُمّت محمّدیہ اور خود حضرت مسیحؑ کی بھی ہتک ہے۔

ساتواں کام۔ معجزات کے گر بتلائے۔ جو حسب ذیل ہیں:۔

اوّل۔ معجزہ کا ثبوت تاریخی طور پر ہونا چاہیئے یا الہامی کتاب میں درج ہو۔ دوم۔ وہ معجزہ اپنی نوعیت میں سنّت اللہ کے خلاف نہ ہو۔ خواہ بظاہر اچنبھا نظر آئے۔ سوم۔ اس میں اخفاء کا پہلو بھی ہو۔ کیونکہ معجزہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایمان کیلئے ہوتا ہے۔ جب اس میں اخفاء ہی نہیں ہے تو ایمان کا کیا فائدہ؟ مگر بایں ہمہ اسکے ثبوت پر عقلی دلیل بھی ہو تا کہ لوگوں پر حجّت ہو سکے۔ چہارم۔ لغو معجزہ نہ ہو۔ اس معجزہ میں کوئی فائدہ اور غرض بھی ہو۔ ان چار شرائط سے معجزات پر عائد کردہ سب اعتراضات کا ردّ ہو جاتا ہے۔ گو اس صورت میں مسلمانوں کو بھی بعض فرضی معجزات کو ترک کرنا پڑیگا۔ لیکن دوسرے مذاہب جنکی بنیاد ہی قصّوں پر ہے، بالکل مر جائینگے۔

آٹھواں کام۔ شریعت کی عظمت کو قائم کیا۔ شریعت کے متعلق قلوب میں چار وسوسے پیدا ہو چکے تھے جن کا آپ نے علاج فرمایا۔ اوّل۔ شریعت کو چٹی سمجھا جاتا تھا۔ عیسائیوں نے شریعت کو لعنت قرار دیا تھا۔ تو مسلمانوں نے بھی کتاب الحیل وغیرہ بنا کر شریعت سے روگردانی کی تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے شریعت کی حقیقت کو بتا کر۔ خدا تعالیٰ کی محبّت پیدا کرکے انسانوں کو شریعت کا دلدادہ بنا دیا۔ دوم۔ بعض نادان صوفی کہلانے والے کہا کرتے تھے۔ کہ شریعت راستہ ہے۔ جب منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ تو شریعت کی ضرورت نہیں بلکہ طریقت چاہیئے۔ یونہی ایک ڈھکوسلا بنا رکھا تھا۔ اور نماز روزہ سے آزاد ہو بیٹھے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا۔ شریعت کی منزل مقصود خدا تعالیٰ ہے اور وہ غیر محدود ہے۔ کوئی محدود اور مجسم وجود تو ہے نہیں۔ پس جب منزل بے انتہا ہے تو ہر وقت شریعت کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک شخص میرے (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ) پاس آیا اور پوچھا۔ کہ جب انسان کشتی کے ذریعہ سے دریا پار جانا چاہے۔ اور کشتی کنارے جا لگے تو وہ کشتی میں ہی بیٹھا رہے یا اسے چھوڑ کر اُتر جائے۔ میں اسکے مطلب کو سمجھ گیا۔ میں نے کہا۔ اگر تو دریا کا کنارہ ہے تو اُتر جائے لیکن اگر دریا کا کنارہ ہی کوئی نہیں تو اُتر کر غرق ہی ہو گا۔ سوم دوسری طرف مبالغہ کرنیوالوں نے یہ کہا کہ آنحضرت صلعم کا ہر فعل جزو شریعت ہے۔ یونہی کسی کا پاجامہ ٹخنے سے نیچے گیا وہ کافر ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اسکی اصلاح فرمائی۔ اور بتلایا۔ کہ آنحضرت صلعم کے افعال کئی قسم کے ہیں۔ (۱) جو کام آپ خود ہمیشہ کرتے تھے اور لوگوں کو کرنیکا حکم دیتے تھے۔ وہ واجب ہے۔ (۲) جو کام آپ عام طور پر کرتے تھے اور کرنیکی تاکید کرتے تھے۔ وہ سنّت ہے۔ (۳) جس کام کے کرنیکو پسند فرماتے تھے وہ مستحب ہے۔ (۴) جو کام کبھی کرتے اور کبھی نہ کرتے وہ دونو طرح جائز ہے۔ (۵) جن باتوں میں آپ عرب کے رواج پر عمل کرتے۔ ان میں ہمارے لئے یہی سنّت ہے۔ کہ اپنے ملک کے لوگوں کے رواج پر عمل کریں ✢ اب اس صورت میں ہر فعل کی علیحدہ نوعیت ہے۔ اس سے جو شریعت کا استخفاف ہوتا تھا دُور ہو گیا۔ چہارم۔ چکڑالوی وغیرہ گروہ نے شریعت محض کلام الٰہی تک محدود بتلائی تھی۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ شریعت کے دو حصّے ہیں۔ اصولی حصّہ کلام الٰہی میں ہے۔ مگر تفصیلی حصّہ نبیوں کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ذریعہ آتا ہے تا انکی عظمت قائم ہو اور وہ اُسوہ حسنہ ہوتے ہیں۔

نواں کام۔ عبادات کے متعلق غلط خیالات کی اصلاح۔

اوّل وسوسہ۔ عبادت صرف دل سے تعلّق رکھتی ہے۔ فرمایا غلط ہے۔ قانون قدرت سے ظاہر ہے کہ جس طرح رُوح کا اثر جسم پر پڑتا ہے۔ اسی طرح سے جسم کا اثر بھی روح پر پڑتا ہے۔ اور جسم روحانی تاثرات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ پس عبادت میں دونو کو شریک کرو۔

دوم وسوسہ۔ نماز میں دعا نہ کرنی چاہیئے۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہ نماز میں ضرور دعا کرو بلکہ اپنی زبان میں دعا مانگو تا جوش اور خشوع پیدا ہو۔

سوم وسوسہ۔ ظاہری عبادتوں کو کافی اور باعثِ نجات سمجھا گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا یہ بالکل غلط ہے۔ تم لوگوں نے گھوڑے کو تو پکڑ لیا مگر اسپر سوار محبوب سے بے پرواہ ہو گئے۔ ظاہری عبادتیں تو صرف ذریعہ ہیں۔ اس لئے قلبی طہارت اور پاکیزگی پیدا کرو۔

دسواں کام۔ اصول فقہ کی اصلاح۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتلایا۔ کہ شریعت کی بُنیاد علی الترتیب مندرجہ ذیل چیزوں پر ہے۔ اوّل۔ قرآن مجید۔ دوم۔ سُنّت نبوی۔ سوم۔ حدیث جو موافق قرآن و سُنّت و عقل ہو۔ چہارم۔ تفقہ فی الدّین۔ پنجم۔ لوگوں کے عادات و اخلاق پر یعنی مختلف طبیعتوں کے احساسات کو مدِّ نظر رکھنا۔

ان اصولوں پر فقہ کا مرتب ہونا اسکو عملی قانون بنا دیگا یہ حضرت صاحبؑ کا عظیم الشان کارنامہ ہے

گیارھواں کام۔ عورتوں کے حقوق کو قائم کیا۔

(۱) ورثہ میں سختی تھی۔ لڑکیوں کو وارث نہ کیا جاتا تھا۔ حضرت اقدسؑ نے اسکو دُور کیا اور اصل شریعت کے ماتحت لڑکیوں کو وارث کیا اور جماعت کو حکم دیا۔ (۲) پردہ میں ظالمانہ طریق اختیار کیا گیا تھا۔ آپؑ نے اسے دُور فرمایا۔ (۳) علم سے محروم رکھا جاتا تھا۔ آپؑ نے انکو تعلیم دلانے کا حکم دیا۔ (۴) مراعات و سلوک سے محروم تھیں۔ آپؑ نے اسکو دُور فرمایا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اپنی بیوی سے درشتی سے بول رہے تھے۔ حضرتؑ کو الہام ہوا۔ "مسلمانوں کے لیڈر عبدالکریم کو کہدو کہ یہ طریق اچھا نہیں" (۵) اختیارات نکاح (مثلاً نکاح سے پہلے لڑکے اور لڑکی کا دیکھنا) مفقود تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے انکو پھر از سرِ نو قائم کیا۔ (۶) خلع و طلاق کے حقوق کو قائم کیا۔ (۷) حقوق انسانیت کے سوال کو حل فرمایا۔

بارھواں کام۔ اعمال انسانی کی اصلاح کی جس پر نجات کا مدار ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بُرے کاموں سے بچنے اور نیک کاموں کے کرنے کی تجاویز قرآن مجید سے اخذ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک جگہ حَکَماً رکھا ہے کہ وہ اگر فیصلہ کرنے والا ہوگا اور اُسی کا نام آپؐ نے نبی بھی رکھا ہے جیسا کہ حدیث مسلم جلد دوم باب ذکر الدجّال میں نبی اللہ کے نام سے آپؐ نے اس کو یاد کیا ہے پس بموجب آیت فلن تجد لسنّۃ اللہ تبدیلا کے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ جن طریقوں کو آدم علیہ السلام کے وقت سے اصلاح مفاسد کیلئے استعمال کرتا آیا انہی طریقوں کو اب کام میں لاتا۔ خصوصاً وہ حدیث جس میں کہ نبی کریمؐ نے اپنی اُمت کو یہود کے مشابہ ہو جانے کی خبر دی ہے وہ صاف طور پر بتلاتی ہے کہ جس طرح یہود کے گمراہی و بیدینی میں پڑ جانے کے وقت اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت کرتا رہا اور ان میں نبی بھیجتا رہا تا کہ ان کی اصلاح کرے۔ ضروری تھا کہ اس وقت بھی جبکہ اُمت محمدیہ یہود کی پوری پوری مشابہ ہو جاتی۔ ان کی اصلاح کیلئے بھی ان میں نبی بھیجتا اور ان پر بھی ویسی ہی نظر رحمت کرتا جیسی کہ اس نے یہود پر کی ورنہ یہ اُمت تو خیر الامّۃ کی بجائے شرّ الامّۃ ٹھیرتی۔ اگر اس میں گمراہی اور بیدینی تو یہود و نصاریٰ کی طرح ہو جاتی مگر ان کی اصلاح کیلئے وہ طریق نہ اختیار کرتا جو اس نے پہلوں کے ساتھ اختیار کیا تھا۔

سو یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ کن اسباب کے پیدا ہونے سے نبی آیا کرتے ہیں اور انبیاءؑ آکر کیا کیا کرتے ہیں اور اس اُمت میں بھی وہ حالات پیدا ہو جاتے ہیں اور علاج بھی ان کا وہی ہو سکتا ہے جو پہلے ہر زمانہ میں ہوتا رہا۔

اب امر پنجم کی طرف غور کرنا نہایت ضروری ہے کہ وہ کون سے دلائل ہیں جن سے غیر احمدی نبی کریم صلعم کے بعد سلسلہ نبوت کے بند ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ سو سب سے بڑی دلیل بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ وہ دلیل جس پر ان کے دعویٰ کا دارومدار ہے وہ آیت خاتم النبیین ہے۔ جس سے ان کو معلوم ہوتا ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا۔ سو اس آیت پر نظر غائر کرنے سے ہر انصاف پسند کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ آیت کسی طرح بھی ان کے مدعا کو ثابت نہیں کرتی چنانچہ لفظ خاتَم جو بفتح التاء ہے اس کے پانچ معنی ہیں اور پانچوں طور پر ہی وہ استعمال ہو سکتا ہے مگر ایک بھی ایسے معنی نہیں جو کہ ان کے مدعا کی تائید کرتے ہوں۔

خاتَم کے پانچ معنی

چنانچہ میں بالتفصیل یہ معنی لکھتا ہوں۔ پہلے معنی جو کہ حقیقی اور اصلی معنی ہیں وہ مایوضع علی الطینۃ کے ہیں یعنی وہ چیز جو مٹی پر لگائی جائے جیسے لسان العرب و تاج العروس میں ہے کہ الخاتم بفتح التاء مایوضع علی الطینۃ وھو اسم مثل العالم ومن المجاز لبس الخاتم وھو حلیّ للاصبع یعنی خاتم جو تا کی فتح کے ساتھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرکے بتلائیں۔ کوئی مذہب اس میں آپؑ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

جبریہ گناہ اور نجات کی امید مسیحیت نے ورثہ سے گناہ بتلاکر انسان کو مایوس کر دیا۔ ہندوؤں نے حساب صاف کرنے کو ہی ذریعہ نجات بتلایا۔ یہود نے کہا۔ کہ اصلاح ناممکن ہے گناہ سے انسان بچ نہیں سکتا۔ باقی ہم پیارے ہیں ہمیں سزا نہ ملیگی۔ ایسا ہی بعض لوگ انسان کو مجبور قرار دیتے تھے۔ غرض دنیا میں بدی پھیل رہی تھی۔ اور سب بدیوں کی جڑھ یہ تھی۔ کہ انسان کے دل سے امید پاکیزگی کو دور کر دیا گیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ورثہ کے گناہ کو تسلیم کیا اور حساب کی صفائی کو بھی ضروری قرار دیا۔ مگر فرمایا کہ مختلف اثرات کے ماتحت انسان سے فعل ہوتا ہے اور اسکی جزاء کے وقت ان اثرات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ورثہ کے گناہ کے علاوہ عادت[1]۔ تربیت[2]۔ عقیدہ[3]۔ آب و ہوا[4] اور قومی اخلاق۔ حالات موجودہ[5] بھی جبر کرتے ہیں۔ اور انسان سے گناہ سرزد ہوتا ہے۔ مگر اصل فطرت انسانی گنہگار نہیں کیونکہ باوجود ورثہ کے اثرات کے فطرت میں عیب سے انقباض اور نیکی کی طرف میلان پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے اکثر دنیا میں نیکی ہے۔ پھر آپؑ نے بتلایا۔ کہ گناہ وہ ہوتا ہے جو دیدہ و دانستہ ہو۔ جو فعل مجبوری سے کیا جائے وہ گناہ نہیں ہوتا۔ یعنی جس حد تک جبر ہے اس حد تک گناہ نہیں ہوتا۔ قرآن پاک نے جبر کی معافی کیلئے ہی فرمایا ہے کہ اس دن وزن کیا جائیگا۔ یعنی ہر فعل کی نوعیت اور اسکے محرکات کے مطابق بدلہ دیا گیا ہے۔ اسلئے ملک یوم الدین کہا ہے۔ مالک بوجہ خلق ہے اور خالق اپنی پیدا کردہ مشینری کے سب پرزوں سے واقف ہوتا ہے۔ اسلئے وہ جبر و اختیار کا اندازہ کرکے جزا و سزا دیگا۔ ایک دوسری جگہ فرمایا ولو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علٰے ظهرها من دابة۔ کہ اگر انسان سے ہر فعل کا مواخذہ ہوتا تو جانوروں کو بھی سزا دی جاتی۔ کیونکہ ان سے بھی افعال صادر ہوتے ہیں۔ یعنی جس طرح حیوانات کے افعال جبر کے ماتحت ہونیکی وجہ سے ناقابل مواخذہ ہیں۔ ایسا ہی جو فعل انسان سے جبریہ طور پر سرزد ہو وہ قابل مواخذہ نہیں۔ ہاں اگر یہ سوال ہو۔ کہ جس حد تک مجبور ہے ان گناہوں سے کیونکر بچ سکتا ہے۔ تو اسکے جواب میں حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہ محبت کا جذبہ سب عادات و مجبوریوں پر غالب آجاتا ہے۔ بھیڑیا بھی اپنے بچے کو نہیں پھاڑتا۔ اللہ تعالیٰ اس کامل محبت اور کامل خوف کے پیدا کرنیکے لئے جو گناہ سوز ہو۔ نبیوں کے ذریعے سے یقین کامل پیدا کرتا ہے تاکہ طبعی مجبوریاں بھی ٹوٹ جائیں۔

نیکی و بدی کی تعریف نیکی اور بدی کی تعریف میں بہت اختلاف ہے۔ اور ہر ایک تعریف پر کچھ نہ کچھ جرح ہوتی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے نیکی و بدی کی حسب ذیل تعریف فرمائی ہے۔ کہ حسن ازلی کی موافقت یعنی خدا کی صفات کو اپنے اندر پیدا کر لینا نیکی ہے۔ اور بالعکس بدی۔ کیونکہ خلق آدم علٰے صورته۔ تصویر اصل کے مطابق ہو تو ٹھیک اور درست ہوتی ہے ورنہ خراب۔ پس نیکی اپنی ذات میں اچھی اور باعث کشش ہے اور بدی اپنی ذات میں بری اور موجب نفرت ہے۔ اس تصویر کے کھینچنے کے لئے صرف برش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے وہ چیز ہے جو خاص قسم کی مٹی پر لگائی جاتی ہے نہ شکل عالم بفتح اللام کے اسم ہے۔ اور مجازی طور پر انگلی کے زیور کی نسبت لُبس الخاتم کہتے ہیں پس ان معنوں کے لحاظ سے جو خاتم کے حقیقی و اصلی معنی ہیں اس کے ساتھ آپؐ کو تشبیہ دینے کی غرض سوائے تصدیق کے اور کچھ بھی نہیں کیونکہ نگینہ یا پتھر جو کندہ کیا جاتا ہے تو وہ تصدیق کرنے کیلئے ہی کیا جاتا ہے نہ کسی چیز کے انجام و انتہا کیلئے جیسے کہ صحیحین میں یہ حدیث ہے کہ ان النبی صلعم اراد ان یکتب الی قیصر فقیل لہٗ ان العجم لا یقبلون کتاباً الا ان یکون مختوما فاخذ خاتما و نقش فیہ محمد رسول اللہ یعنی نبی کریم صلعم نے ارادہ کیا کہ قیصر کی طرف خط لکھیں تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ عجمی کسی خط کو قبول نہیں کرتے جب تک مُہر نہ لگی ہوئی ہو سو آپؐ نے مُہر بنائی اور اس میں محمدؐ رسول اللہ کا نقش کیا۔ سو ان معنی کے اعتبار سے آیت خاتم النبیین کے معنی ہونگے ما یختم بہٖ او یطبع بہٖ علی کتاب نبوۃ النبیینؐ یعنی آپؐ کی ذات مبارک اس نقش کیئے گئے نگینہ کی طرح ہے جس کے ساتھ نبیوں کی نبوّت پر مُہر تصدیق کی جاتی ہے اور ایسی مُہر تصدیق کی جاتی ہے جس کے بغیر ان کی نبوّت کی تصدیق نہیں ہوتی۔

دوسرے خاتم کے معنی انگوٹھی کے ہونگے گو در اصل تو اس کے معنی جیسے میں بیان کر آیا ہوں ما یوضع علی الطینۃ کے ہی ہونگے مگر باعتبار تسمیۃ الظرف باسم المظروف کے مجازاً انگوٹھی کے بھی معنی ہونگے اور انگوٹھی کی غرض یا تو ختم علی الکتاب ہوتی ہے جیسے کہ میں اوپر حدیث پیش کر کے بتلا آیا ہوں اور یا محض زینت غرض ہوتی ہے تو اس لحاظ سے اس کے معنی حلیۃ النبیین یا زینۃ النبیین کے ہونگے یعنی آپ نبیوں کے لئے زینت اور خوبصورتی ہیں جیسے کہ تفسیر فتح البیان میں ہے کہ معنی الثانیۃ (ای بفتحھا) انہٗ صار کالخاتم الذی یختمون بہٖ و یتزیّنون بکونہٖ منھم یعنی خاتم بالفتح کے یہ معنی ہیں کہ آپؐ کا وجود ان کے لئے خاتم کی طرح ہے اور وہ انبیاءؑ حضور اقدسؐ کو اپنے گروہ میں ہونیکے باعث زینت سمجھتے ہیں اور مجمع البحرین میں بھی یہی معنی ہیں کہ محمدؐ خاتم النبیینؐ یجوز فیہ فتح التاء و کسرھا فالفتح بمعنی الزینۃ ماخوذ من الخاتم الذی ھو زینۃ للابسہ۔

ترجمہ۔ محمد خاتم النبیین اس میں تاء کی فتح و کسرہ دونو جائز ہیں اور خاتمؐ تاء کی فتح کے ساتھ ہے اس کے معنی زینت کے ہیں اور یہ اس خاتم سے ماخوذ ہے جو اپنے پہننے والے کے لئے زینت ہے۔ پس ان معنی کے لحاظ سے بھی آپ انبیاءؑ کے دروازہ کو بند کرنیوالے نہ ہوئے۔

تیسرے معنی خاتَم کے اثر الناشی عن الخاتم علی الکتب کے ہیں یعنی مُہر کا وہ نشان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو کتاب پر ظاہر ہوتا ہے۔ اس نشان کا نام بھی خاتَم ہے جیسے کہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ قد یطلق لفظ الخاتم علیٰ اثر الناشی عنہ یعنی لفظ خاتَم کبھی اس نشان پر بھی بولا جاتا ہے جو کہ مُہر کے لگانے سے پیدا ہوتا ہے مثلاً اگر کسی کاغذ وغیرہ پر کسی قاضی یا بادشاہ کی مُہر کا نشان ہو تو اس کو کہا جائیگا کہ ھٰذا خاتَم القاضی وھٰذا خاتم السلطان پس ان معنی کے اعتبار سے یہ وجہ تسمیہ ہوئی جیسے کہ امیر المومنین حضرت علیؓ بن ابی طالب نے بیان کیا ہے کہ ولم یجز لنبی نبوۃ الا اخذ خاتما من محمد رسول اللہ صلعم یعنی کسی نبی کی نبوّت جاری نہیں ہوئی مگر اس نے آنحضرت صلعم کے نقش نگین سے فیض حاصل کیا ہے سو اس معنی کے لحاظ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلعم کے بعد آپؐ کی نقش نگین کے ماتحت کوئی مبعوث نہ ہوگا اگرچہ یہ ایک روحانی معنی ہیں جن کے سمجھنے کے لئے بھی روحانی آنکھوں کی ضرورت ہے تاہم ظاہری طور پر بھی تمام انبیاءِ سابقین آنحضرت صلعم کے نقش نگین کے ماتحت ہیں کیونکہ اگر ہمارے آنحضرت صلعم انبیاءِ بنی اسرائیل و دیگر اقوام کے انبیاءؑ کی تصدیق نہ کرتے تو غیر اقوام مثلاً باشندگانِ عرب۔ ترک۔ تاتار۔ ہند۔ فارس وغیرہم نے جو مشرّف باسلام ہو کر آنحضرت صلعم کی تعلیم کے اثر سے ان انبیاءؑ کی نبوّت کو تسلیم کیا ہے اور ان پر ایمان لانے پر وہ مجبور ہوئے ہیں ان کو کیونکر تسلیم کر سکتے تھے کیونکہ آپؐ کے مبعوث ہونے سے پیشتر ہر قوم کی طرف علیحدہ علیحدہ نبی آتا رہا جس کو کہ اس کی قوم ہی قبول کرتی رہی مگر اقوام اس نبی کو بوجہ اسکے انکی طرف نہ مبعوث ہونیکے نہ مانتی رہیں۔ سو ان تمام قوموں سے جس جس نے اسلام قبول کیا اگر ان تمام نبیوں کو جو کہ آپؐ سے پہلے آئے قبول کیا تو محض آنحضرت صلعم کی وجہ سے اور آپؐ کی تصدیق سے۔ دوسرے یہ بھی وجہ تھی کہ پہلے نبیوں کی کتب اور ان کے حالات دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے اور اگر کوئی کسی نبی کی تعلیم باقی رہ گئی تھی تو اس میں اسقدر تصرّف انسانی سے کام لیا گیا تھا کہ ان کے نقشہ کو بالکل پلٹ ہی دیا تھا سو ممکن .. .. تھا کہ کوئی کہدے کہ اگر نبی کریمؐ انکی نبوّت کی نہ بھی تصدیق کرتے تاہم ان کی تعلیم کو دیکھ کر لوگ ان کی نبوّت کے قائل ہو سکتے تھے مگر تعلیم بھی ایسی خلط ملط ہو گئی تھی کہ اسے پڑھکر تو کوئی ان کو شریف انسان بھی نہیں کہہ سکتا تھا چہ جائیکہ ان کی نبوّت پر یقین کرتا پس ان نبیوں کو ماننے کا کوئی ذریعہ نہ تھا بجز اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلعم کو وادیٔ غیر ذی زرع میں بھیجکر آپؐ کے ذریعہ ان کی نبوّت کو منوایا۔ سو یہ باقی انبیاءؑ پر زبردست احسان اور بے نظیر مہربانی تھی۔ جو آپؐ کے ذریعہ سے ظاہر ہوئی۔ سو ان معنوں کے لحاظ سے بھی یہ آیت مانع نبوّت نہیں۔

چوتھے خاتَم کے معنی نہایت و تمام کے ہونگے۔ جیسے کہ ابن خلدون نے لکھا ہے وقد یُطلق

علی النهایة والتمام مگر اس سے بھی یہ نہیں نکلتا کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا جیسے کہ خود ابن خلدون نے ہی لکھدیا ہے کہ ویکون هذا من معنی النهایة والتمام بمعنی صحة ذالك المکتوب ونفوذه کأن الکتاب انما یتم العمل به وهو من دونها ملغی لیس بتمام تو اس صورت میں بھی آیت خاتم النبیین کے یہ معنی ہونگے کہ آنحضرت صلعم کی ذات انبیاءؑ کو پورا کرنیوالی ہے ان معنی کے لحاظ سے کہ ان کی نبوت کو پایہ صحت تک پہنچانے والی ہے۔

اکثر لوگ یہ اعتراض پیش کیا کرتے ہیں کہ لفظ خاتَم تاء کی فتح کے ساتھ بہت تھوڑوں نے نبی کریم صلعم سے سُنا ہے اور اکثر صحابہؓ نے تا کی زیر سے نبی کریمؐ سے سُنا ہے۔ اسے تسلیم بھی کرلیا جائے تو بھی مخالف اس سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے کیونکہ خاتِم جو تاء کے کسرہ کے ساتھ ہے اسکے بھی دونو ہی معنی ہیں جیسے خاتَم جو تاء کی فتح کے ساتھ ہے دوسرے یہ کہنا کہ اکثر صحابہؓ نے لفظ خاتِم تاء کی زیر سے پڑھا ہے یہ بالکل خلاف واقعہ اور مغالطہ دینا ہے کسی صحابہؓ نے تاء کی زیر سے اسکو نہیں پڑھا بلکہ حضرت علیؓ و عثمانؓ کا تفسیروں میں ثبوت ملتا ہے کہ وہ تاء کی زبر کے ساتھ خاتَم پڑھتے تھے پس یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اکثر صحابہؓ نے خاتم کو تاء کی زیر سے پڑھا ہے چنانچہ حضرت علیؓ و عثمانؓ کے متعلق خود تفسیروں میں یہ لکھا ہُوا موجود ہے کہ وہ خاتَم بفتح التاء پڑھتے تھے دیکھو تفسیر درمنثور اور المغرب امام مطرزی کی۔ بلکہ تفسیر درمنثور میں تو لکھا ہے کہ امام حسنؓ و حسینؓ کو یہ جگہ ابو عبدالرحمٰنؓ سلمی پڑھا رہے تھے کہ حضرت علیؓ گذرے تو آپنے فرمایا اور حکم دیا کہ ان کو خاتَم بفتح التاء پڑھاؤ جس سے صاف طور پر یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو ارجح سمجھتے تھے۔

دوسرے یہ سوال کرتے ہیں چنانچہ مولوی محمد اسحٰق مونگیری نے اپنے ٹریکٹ بنام ختم النبوۃ میں بڑے زور سے لکھا ہے کہ یہ مسلّم قاعدہ ہے کہ جب لفظ خاتَم مضاف ہو کسی جماعت کی طرف تو اسوقت اس سے مُراد اور اسکے معنی سوائے ختم کرنیوالے کے اور بالکل نہ ہونگے چنانچہ آپ لسان العرب کا حوالہ دیکر لکھتے ہیں کہ وہاں بھی خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کیئے گئے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسکے معنی ہی یہی ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں آئیگا۔ اسپر مَیں پہلے تو مولوی صاحب موصوف سے یہ پوچھتا ہوں کہ یہ قاعدہ مولوی صاحب نے جو بیان کیا ہے اور جس کی تائید کیلئے لسان العرب سے انہوں نے معنی پیش کیئے ہیں کہاں سے اخذ کیا ہے آیا کسی بلاغت و معانی یا نحو کی کتاب میں آپنے یہ قاعدہ پڑھا ہے یا یہ کہ ان کے اپنے ذہن کا اختراع ہے۔ دوسرا اگر یہ واقعی قاعدہ ہوتا اور ضروری ہوتا کہ خاتم جہاں جماعت کی طرف مضاف ہو تو اسکے یہی معنی ہوتے تو باقی تفسیروں والے بھی یہی معنی لیتے اور دوسرے کوئی بھی معنی نہ لیتے مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ کئی مفسّروں نے اسکے سوا اور بھی اسکے معنی لئے ہیں تو کسطرح پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسکے سوا اور کوئی معنی ہی نہیں ہوسکتے ورنہ یہ عرب کے محاورہ کے خلاف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معنی ہونگے۔ قبل اس کے کہ میں مفسّروں کا حوالہ دوں یہ بتلا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر اسکے معنی یہ ہی ہوتے کہ آپؐ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ آئیگا تو حضرت عائشہؓ جو خود بھی اہل عرب ہی تھیں بلکہ آپ وہ تھیں کہ جن کے حق میں نبی کریم صلعم نے فرمایا تھا کہ خذوا نصف العلم من ھٰذہ الحمیراء کہ اس سُرخ رنگ والی سے نصف علم لیلو۔ وہ اس کے متعلق کہتی تھیں کہ قولوا خاتم النبیینؐ ولاتقولوا لا نبی بعدہٗ کہ یہ تو کہو کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں مگر یہ مت کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ سو اگر وہ اس کے یہی معنی سمجھتیں تو ہرگز لوگوں کو یہ نہ کہتیں کہ یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

پھر تفسیر فتح البیان میں اور مجمع البحرین میں اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ خاتم النبیین میں خاتم کے معنی زینت کے ہیں کہ نبی کریم صلعم نبیوں کیلئے زینت و خوبصورتی ہیں۔ سو اگر اس کے معنی جیسے کہ معترض نے کہا ہے کہ سوائے نبیوں کے ختم کرنیوالے کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتے۔ تو کیوں مفسّرین نے اور حضرت عائشہؓ نے جو اہل عرب تھیں اور عربی زبان سے خوب آشنا تھیں دوسرے معنی کئے سوا ان کے دوسرے معنی کرنا بتلاتا ہے کہ دوسرے معنی بالکل درست ہیں اور یہ معترض کا اپنا اختراع ہے جو اس نے کہا ہے۔ تیسرا اعتراض اسپر یہ کرتے ہیں کہ النبیین میں جو ال ہے یہ استغراق کا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ آپ تمام نبیوں کو خواہ وہ شریعت والے ہوں یا غیر شریعت والے ہوں چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں سب کو آپؐ ختم کرنے والے ہیں اور کسی قسم کا آپؐ کے بعد کوئی　　بھی نہیں آئیگا سو النبیین میں جو ال استغراق کا لیا ہے اوّل تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیوں اس کی تخصیص کیجائے اور یہ کہا جائے کہ یہاں یہی مراد ہے جیسا کہ النبیینؐ قرآن شریف میں اور جگہ بھی آیا ہے اور وہاں کوئی بھی ال استغراق کا مراد نہیں لیتا جیسے انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی و نور یحکم بھا النبیون تو یہاں النبیون سے کوئی عقلمند کُل کے کُل نبی مراد نہیں لیتا۔ دوسرے قتلھم الانبیاء آیا ہے تو کیا اس سے کوئی تمام انبیاء مراد لے سکتا ہے۔ پھر یقتلون النبیینؐ آیا ہے تو کیا اس سے ہو سکتا ہے کہ سب کے سب نبی مراد لیئے جاسکیں۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر النبیینؐ میں ال استغراق کا مراد لیا جاسکتا اور سمجھا جائے کہ ہر قسم کے نبی کو آپؐ ختم کرنیوالے ہیں تو پھر وہ نبی جس کے آنیکی صحاح ستہ کی کتابوں میں خبر دی گئی ہے وہ کسطرح صحیح ہوسکتی ہے جب نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ میرے بعد ایک نبیؑ نے آنا ہے جیسے کہ مُسلم اور ابن ماجہ دونوں میں یہ حدیث موجود ہے تو پھر اسکے ہوتے ہوئے ہم یہ کسطرح کہ سکتے ہیں کہ یہاں آیت میں ال استغراق کا ہے۔

غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ دیکھو صاحب ان معنی کے لحاظ سے آپؐ آخر النبیین ہوتے تو اب آپؐ کے بعد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کسطرح کوئی نبی آسکتا ہے سو اس کو زیادہ کھولنے کیلئے میں دو حدیثوں کو پیش کرتا ہوں جن سے صداقت معلوم ہو جاتی ہے کہ آیا آخر النبیین سے اور خاتم النبیین سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ آپ نبیوں کے آخر اور ختم ہیں اس معنی سے کہ آپکے بعد اب کوئی نبی نہ آئیگا ایک حدیث تو میں صحیح مسلم جلد اوّل سے پیش کرتا ہوں جس میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ انا آخر الانبیاء و مسجدی ھذا آخر المساجد سو یہاں آپکا اپنے متعلق انا آخر الانبیاء کہکر پھر یہ کہنا کہ مسجدی ھذا آخر المساجد بتلاتا ہے کہ آخر الانبیاء کے یہ معنی نہیں کہ آپکے بعد کوئی نبی نہ آئیگا کیونکہ اگر یہی معنی ہوں تو اگلے حصّہ کے یہ معنی ہونگے کہ میری مسجد تمام مساجد کے آخر میں ہے اس کے بعد کوئی مسجد نہیں ہوگی اور اگر کوئی بنائے تو اس کو کوئی مسجد نہ سمجھے بلکہ گرا دے۔ مگر کوئی بھی مسلمانوں میں سے ایسا نہ ہوگا جو یہاں آخر المساجد میں آخر کے وہ معنی کرے جو آخر الانبیاء میں کرتا ہے بلکہ ایسے ہی معنی کرتے ہیں اور یہی غیر احمدی بھی کرتے ہیں کہ جو مسجد میری اس مسجد کی اتباع و پیروی میں بنائی جائیگی اور اغراض اس مسجد کے ہیں اگر ان کے ماتحت اور انہی مقاصد کیلئے کوئی مسجد بنائی جائیگی تو وہ مسجد بھی مسجد ہونے کی مستحق ہو سکتی ہے ہاں اگر کوئی ان اغراض و مقاصد کے خلاف جو میری اس مسجد کے ہیں بنائی جائے تو وہ مسجد مسجد نہیں ہوگی۔ اسی طرح آخر الانبیاء کے بھی معنی یہ ہونگے کہ وہ نبی نبی ہو سکتا ہے جو آپ کی اتباع و پیروی سے آئے اور انہی اغراض و مقاصد کو پورا کرنے کیلئے آئے جن کے لئے آپ آئے اور اسی تعلیم و شریعت کو جاری کرنے کیلئے آئے جس کو نبی کریم صلعم لے کر آئے۔ اور کوئی نئی شریعت والا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور نئے اغراض و مقاصد لیکر آئے تو وہ نبی نہیں ہو سکتا جیسا کہ وہ مسجد مسجد نہ ہوگی جو کہ اپنے اندر وہ اغراض و مقاصد نہ رکھتی ہو جو اغراض کہ مسجد نبوی کے تھے۔ سو آنحضرت صلعم نے انا آخر الانبیاء کی خود ہی تشریح کر دی تاکہ آئندہ آنیوالے ٹھوکر نہ لگے۔ مگر افسوس کہ لوگ بدقسمتی سے غفلت کرتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ حق ان کے قلوب میں

دوسری حدیث۔ تفسیر صافی کے صفحہ ۱۱۱ پر آیت خاتم النبیین کی تفسیر کے ماتحت ہے نبی کریم نے فرمایا کہ انا خاتم الانبیاء و انت یا علی خاتم الاولیاء آپنے حضرت علیؓ کو خاتم الاولیاء کہکر خود ہی خاتم کی تفسیر کر دی کیونکہ اس کے معنی نہ تو یہ ہیں اور نہ ہی کوئی یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ حضرت علیؓ ولیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اب آپؓ کے بعد کوئی بھی ولی نہ آئیگا بلکہ حضرت علیؓ نے جن کو کہ آنحضرت صلعم نے خاتم الاولیاء کہا ہے خود آیت الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کی تفسیر کر دی جبکہ آپ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپنے فرمایا کہ ھم نحن و اتباعنا فھو اولیاء ہم ہیں اور جو ہماری اتباع کرنیوالے ہیں یعنی انہی راہوں پر قدم مارنے والے ہیں جن پر کہ ہم نے مارا سو آنحضرت صلعم کا حضرت علیؓ

لا إله إلا الله محمد رسول الله

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم الله الرحمن الرحيم ـ نحمده ونصلي على رسوله الكريم

هو الذي أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله

عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپے ہندوستان سے باہر ساڑھے تین روپے

دنیا کے مذاہب پر نظر تنقید اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز

اُردو رسالہ

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۲ | فروری ۱۹۲۸ء سنہ ۶ شعبان ۱۳۴۶ سنہ ھ | جلد ۲۷

مستحق طلباء اور غرباء اور معمولی ملازموں سے اڑھائی روپے

فہرست مضامین

ختم نبوت	۴۱ / ۶۴	مولانا ظہور حسین صاحب مولوی فاضل
حضرت مسیح موعود کے کارنامے	۶۵ / ۸۱	مولانا ابو العطاء اللہ دتا صاحب جالندھری مولوی فاضل

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھپا کر قادیان سے شائع کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قوّتِ انسانی کی بہترین دوا

حلوائے مشکی

اگر دل بیمار نہ ہو۔ بلکہ صحیح اور طاقتور ہو، تو انسان تندرست ہو گا۔ دل کا فساد، تمام جسمانی فساد کا سرچشمہ ہے اور دل کی اصلاح سب کچھ درست کر دیتی ہے۔

یہ حلوا دل کی اصلاح کر کے دل کی ہر ایک کمزوری کو دور کر دیتا ہے اور دل کو طاقتور کر دیتا ہے۔

اس کے ساتھ

دماغ کی قوّتوں کی حفاظت کرنا اور دماغ کی کمزوری کو زائل اس کا خاص کرشمہ ہے،
اگر دماغ درست حالت میں ہے تو دین و دنیا میں کامیابی کی راہیں کھلی ہوئی ہیں اور یہ دوا دماغ کو طاقتور شگفتہ اور تازہ کر دیتی ہے۔

مضبوط جگر اور قوی گُردے جسمانی مشینری کے ایسے اجزاء ہیں۔ جن کی درستی پر بقائے صحت موقوف ہے، اچھا خون پیدا ہو، زیادہ مقدار میں پیدا ہو، جگر اور گُردوں کے افعال کی باقاعدگی پر موقوف ہے۔ خصوصاً قوّتِ مردمی! جبتک کہ دل۔ دماغ اور جگر اور گردے قوی نہ ہوں اور اپنے طبعی افعال کو درست طریقے سے نہ کرتے ہوں صحیح اور اصلی حالت میں رہ نہیں سکتی۔

لیکن

یہ دوا ہے جو اِن **اعضائے رئیسہ** کی کمزوریوں کی جگہ ایک نئی قوّت مہیا کرتی ہے۔ اس لئے "قوّتِ مردمی" کی بہترین دوا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ دل۔ دماغ اور جگر اور گُردوں کو اس قدر قوی کرتی ہے۔ کہ اصلی تندرستی کا نیا دَور شروع ہو جاتا ہے۔ اور کمزور انسان پشیمان اور مایوس انسان اس کے استعمال کے بعد ایک ایسی خوشی اور کامیابی محسوس کرتے ہیں جس کا بیان الفاظ کے ذریعے سے دشوار ہے۔

موسمِ سرماء کا سب سے اعلیٰ اور نفیس تحفہ ہے

قیمت فی تولہ ڈھائی آنے۔ بیس تولہ دو روپے۔ ایک سیر (۸۰ تولہ) دس روپے چودہ آنے

ملنے کا پتہ: **حافظ محمد یعقوب انصاری۔ گنگوہ (سہارنپور)**

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پاجانے کے بعد لوگوں نے کہا کہ اب اللہ تعالیٰ یوسفؑ کے بعد کسی کو نبی بنا کر نہیں بھیجیگا جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ کہ حتّٰی اذا ھلک قلتم لن یبعث اللّٰہ من بعدہٖ رسولاً۔ اور ایسے ہی آنحضرت صلعم کے وقت بھی لوگوں کا یہی خیال رکھنا جیسے کہ سورہ جن میں جنّوں کے قول و انھم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللّٰہ احدا سے معلوم ہوتا ہے جو جنّوں نے اپنی قوم کو کہا کہ اے جنّو! ان لوگوں نے بھی یہی خیال کر لیا جیسا کہ تم نے خیال کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کو نہیں بھیجیگا۔ اور اصول ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک کے مطابق یہ اعتراض بذاتِ خود مرزا صاحبؑ کو سچّا ثابت کرتا ہے۔

اب میں اس کے بعد امورِ متذکرہ بالا کی طرف آتا ہوں سب سے پہلی بات جس کی طرف ہر ایک شخص کا توجہ کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کونسے وہ اسباب ہیں جن کے پیدا ہونے سے دنیا میں نبی آیا کرتے ہیں۔ سو پہلا سبب انبیاءؑ کے آنے کا ظہورِ فساد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں نبی کریم صلعم کے آنیکے وقت کو بتلایا ہے کہ ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس سو اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب کبھی دنیا میں ایسی حالت ہو جاتی رہی کہ کثرت سے فسق و فجور پیدا ہوا اور فساد بہت زور پکڑ جاتا رہا تو خدا تعالیٰ اس کی اصلاح کی طرف خود توجہ کرتا اور انبیاءؑ کے ذریعہ ان مفاسد کی آگ فرو کرتا رہا اور اس کی جگہ اصلاح و ہدایت کو قائم کر دیتا رہا۔

نبیوں کے آنے کا دوسرا سبب ظہورِ اختلاف ہے۔ جیسا کہ آیت فبعث اللّٰہ النبیّٖن مبشرین و منذرین و انزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ سے ظاہر ہے کیونکہ اس میں فیما اختلفوا کہکر بتلا دیا کہ جب پہلے لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا اور یہ رَو تیزی سے چلنے لگ پڑتی اور حق و باطل میں امتیاز اٹھ جاتا۔ تو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نبی کو بھیجتا۔ الغرض کثرت سے فساد بیدینی اور گمراہی اور یہ اختلاف بین الناس دنیا میں نبیوں کو لانے کا باعث ہوتا جیسے کہ مذکورہ بالا دو آیتیں اس کی طرف بالتصریح اشارہ کر رہی ہیں۔

اسکے بعد امرِ دوُم جس کو معلوم کرنا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ انبیاءؑ ایسے وقت میں آکر کیا کیا کرتے ہیں تو یہ بھی پہلی آیت نے بتا دیا ہے کہ لیحکم بین الناس کہ جب کثرت سے اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور حق و باطل اس طور پر آپسمیں ملجاتے کہ امتیاز کرنا محال ہو جاتا ہے تو اسوقت نبی آتے ہیں اور دلائل واضح اور براہین ساطعہ کے ساتھ حق کو ظاہر کرکے دکھلا دیتے ہیں اور ہزاروں معجزات و نشانات کے ساتھ دنیا کو ایک کونے سے لیکر دوسرے کونے تک ہلا دیتے ہیں گویا کہ وہ دنیا میں زلزلہ کی طرح جنبش پیدا کر دیتے ہیں۔ اسکو اختصاراً بیان کرنیکے بعد امرِ سوئم کو دیکھنا ضروری ہے کہ وہ اسباب و حالات جنکے پیدا ہونے سے نبی آیا کرتے ہیں۔ اس اُمّت میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ختم نبوت

حضرت مرزا صاحبؑ نے جب دعویٰ نبوت کیا۔ تو مخالفوں نے اس کا انکار کر دیا۔ اور کہا کہ چونکہ آنحضرت صلعم کے بعد دروازہ نبوت بند ہے۔ اس لئے آپ نبی نہیں ہو سکتے۔ سو اس معاملہ کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے چند امور کی طرف توجہ کرنا نہایت ضروری ہے:-

اوّل یہ کہ دنیا میں جو وقتاً فوقتاً نبی آتے رہے۔ تو وہ کس وقت آتے رہے۔ اور وہ کونسے ایسے بواعث و اسباب تھے جنکے پیدا ہو جانے سے اللہ تعالیٰ نبی بھیجتا رہا۔

دوم نبیوں کے آنے کی کیا غرض ہوتی رہی اور وہ آکر کیا کرتے رہے۔

سوم۔ آیا وہ اسباب و سامان جو دنیا میں نبی لاتے رہے۔ اس اُمّت میں بھی پائے جا سکتے ہیں یا نہیں۔

چہارم اگر ہیں تو انکا کیا علاج ہو سکتا ہے۔

پنجم۔ وہ دلائل جو مخالف اپنے دعویٰ کی تائید میں قرآن شریف سے پیش کرتے ہیں اور ان پر محققانہ نظر اور بحث۔

ششم۔ وہ دلائل جو کہ احمدیوں کی طرف سے از روئے قرآن مجید اثبات نبوت بعد آنحضرت صلعم پیش ہوتے ہیں۔

ہفتم۔ وہ احادیث جو کہ مانع نبوت سمجھی جاتی ہیں۔

ہشتم۔ ان پر محققانہ نظر اور اپنے دعویٰ کے اثبات میں احادیث۔

نہم۔ ائمہ متقدمین کا مسئلہ متنازعہ فیہ کے متعلق مذہب۔

پہلوں کی ٹھوکر سے پچھلے عبرت پکڑیں

مذکورہ بالا امور کی تفصیل سے پہلے یہ ظاہر کرنا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ یہ آواز جو سیّدنا مرزا صاحب فداہ ابی و امی کے مقابل مخالفوں کی طرف سے اُٹھائی گئی یہ کوئی نئی آواز نہ تھی جو آپکے مقابلہ پر اُٹھائی گئی اور نہ ہی یہ کوئی نیا خیال تھا جو نبی کریم صاحبؐ کے بعد بعض نادان لوگوں میں پیدا ہوا بلکہ جو بھی حضرت مرزا صاحب کے پہلے اس منصب پر کھڑا ہوا اسکے متعلق یہی گمان کیا گیا اور یہی کہا گیا جو آپکے کہا گیا چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بعد آنحضرت صلعم ہونیوالے ہیں یا نہیں۔ سو اس امر کو معلوم کرنیکے لئے احادیث صحیحہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اُمّت میں آنحضرت صلعم نے خطرناک طور پر فساد اور گمراہی اور اختلاف کے پیدا ہونیکی خبر دی ہوئی ہے ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل احادیث :-

حدیث صحیح مسلم جلد دوم میں آتا ہے کہ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلعم لتتبعن سنن من قبلکم شبرًا بشبرٍ و ذراعًا بذراعٍ حتی لو دخلوا فی جحر ضبٍ لا تبعتموھم قلنا یا رسول اللہ الیھود والنصاریٰ قال فمن۔ ترجمہ: ابی سعید خدری سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے تم ضرور پیروی کروگے ان لوگوں کی جو تم سے پہلے ہوئے بالشت بر بالشت کے اور ذراع ساتھ ذراع کے۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تو تم اس میں بھی انکی پیروی کروگے (مراد انکی پوری پوری موافقت کرنی ہے) ہم نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ کیا یہود اور نصاریٰ کی ہم پیروی کرینگے تو آپ نے فرمایا کہ پھر اور کس کی۔ سو جسقدر یہود و نصاریٰ میں فساد و اختلاف پیدا ہوئے تھے اسکی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں اسکو تو ہر ایک جان سکتا ہے۔

(۲) دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یفشوا الکذب۔ ترجمہ: سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے جس میں میں ہوں پھر ان کا جو انکے بعد کے لوگ ہونگے پھر جو انکے بعد لوگ ہونگے پھر اسکے بعد جھوٹ پھیل جائیگا۔

(۳) پھر ایک اور حدیث میں فرمایا کہ یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے۔ اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے مگر میری اُمّت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائیگی۔

(۴) پھر فرمایا کہ لم یبق من الاسلام الا اسمہٗ ولم یبق من القرآن الا رسمہٗ۔ کہ اسلام کا صرف نام ہی نام رہ جائیگا اور قرآن رسم کے طور پر۔

ان احادیث پر نظر کرنے سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلعم کے بعد کثرت سے اختلاف ہونے والا تھا۔

سو اسکے بعد یہ معلوم کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ اس کا کیا علاج ہے اس کی طرف بھی قرآن شریف خود ہم کو رہنمائی کرتا ہے کہ ایسے موقعہ پر انبیاءؑ اور رسولوں کے ذریعہ سے اختلاف دور کیا جاتا ہے جیسا کہ آیت لیحکم بین الناس سے معلوم ہوتا ہے اور چونکہ اختلاف کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ ہمیشہ انبیاءؑ کو ہی بھیجتا رہا ہے اس واسطے ضروری تھا کہ اس اُمّت میں بھی اختلاف پیدا ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ وہ ہی طریق اختیار کرتا جو پہلے قدیم سے کرتا آیا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلعم نے آنیوالے کا نام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک جگہ حکماً رکھا ہے کہ وہ اگر فیصلہ کرنے والا ہو گا اور اُسی کا نام آپ نے نبی بھی رکھا ہے جیسا کہ حدیث مسلم جلد دوم باب ذکر الدجال میں نبی اللہ کے نام سے آپ نے اس کو یاد کیا ہے پس بموجب آیت فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ جن طریقوں کو آدم علیہ السلام کے وقت سے اصلاح مفاسد کیلئے استعمال کرتا آیا انہی طریقوں کو اب کام میں لاتا۔ خصوصاً وہ حدیث جس میں کہ نبی کریمؐ اپنی اُمّت کو یہود کے مشابہ ہو جانے کی خبر دیتے ہیں وہ صاف طور پر بتلاتی ہے کہ جس طرح یہود کے گمراہی و بیدینی میں پڑ جانے کے وقت اللہ تعالیٰ اُن پر نظر رحمت کرتا رہا اور ان میں نبی بھیجتا رہا تاکہ ان کی اصلاح کرے۔ ضروری تھا کہ اس وقت بھی جبکہ اُمّت محمدیہ یہود کی پوری پوری مشابہ ہو جاتی۔ ان کی اصلاح کیلئے بھی ان میں نبی بھیجتا اور ان پر بھی ویسی ہی نظر رحمت کرتا جیسی کہ اس نے یہود پر کی ورنہ یہ اُمّت تو خیر الامۃ کی بجائے شر الامۃ ٹھیرتی۔ اگر اس میں گمراہی اور بیدینی تو یہود و نصاریٰ کی طرح ہو جاتی مگر ان کی اصلاح کیلئے وہ طریق نہ اختیار کرتا جو اس نے پہلوں کے ساتھ اختیار کیا تھا۔

سو یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ کن اسباب کے پیدا ہونے سے نبی آیا کرتے ہیں اور انبیاءؑ آکر کیا کرتے ہیں اور اس اُمّت میں بھی وہ حالات پیدا ہو جاتے ہیں اور علاج بھی ان کا وہی ہو سکتا ہے جو پہلے ہر زمانہ میں ہوتا رہا۔

اب امر پنجم کی طرف غور کرنا نہایت ضروری ہے کہ وہ کون سے دلائل ہیں جن سے غیر احمدی نبی کریم صلعم کے بعد سلسلہ نبوت کے بند ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ سو سب سے بڑی دلیل بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ وہ دلیل جس پر ان کے دعویٰ کا دارومدار ہے وہ آیت خاتم النبیین ہے۔ جس سے ان کو معلوم ہوتا ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا۔ سو اس آیت پر نظر غائر کرنے سے ہر انصاف پسند کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ آیت کسی طرح بھی ان کے مدعا کو ثابت نہیں کرتی چنانچہ لفظ خاتم جو بفتح التاء ہے اس کے پانچ معنی ہیں اور پانچوں طور پر ہی وہ استعمال ہو سکتا ہے مگر ایک بھی ایسے معنی نہیں جو کہ ان کے مدعا کی تائید کرتے ہوں۔

خاتم کے پانچ معنی

چنانچہ میں بالتفصیل یہ معنی لکھتا ہوں۔ پہلے معنی جو کہ حقیقی اور اصلی معنی ہیں وہ مایوضع علے الطینۃ کے ہیں یعنی وہ چیز جو مٹی پر لگائی جائے جیسے لسان العرب و تاج العروس میں ہے کہ الخاتم بفتح التاء مایوضع علی الطینۃ وھو اسم مثل العالم ومن المجاز لبس الخاتم وھو حلیۃ للاصبع یعنی خاتم جو تا کی فتح کے ساتھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے وہ چیز ہے جو خاص قسم کی مٹی پر لگائی جاتی ہے وہ شل عالم بفتح اللام کے اسم ہے۔ اور مجازی طور پر انگلی کے زیور کی نسبت لُبس الخاتم کہتے ہیں پس ان معنوں کے لحاظ سے جو خاتم کے حقیقی واصلی معنی ہیں اس کے ساتھ آپ کو تشبیہ دینے کی غرض سوائے تصدیق کے اور کچھ بھی نہیں کیونکہ نگینہ یا پتھر جو کندہ کیا جاتا ہے تو وہ تصدیق کرنے کیلئے ہی کیا جاتا ہے نہ کسی چیز کے انجام وانتہا کیلئے جیسے کہ صحیحین میں یہ حدیث ہے کہ ان النبی صلعم اراد ان یکتب الی قیصر فقیل لہ' ان العجم لا یقبلون کتابا الا ان یکون مختوما فاتخذ خاتما و نقش فیہ محمد رسول اللہ یعنی نبی کریم صلعم نے ارادہ کیا کہ قیصر کی طرف خط لکھیں تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ عجمی کسی خط کو قبول نہیں کرتے جب تک مُہر نہ لگی ہوئی ہو سو آپ نے مُہر بنائی اور اس میں محمد رسول اللہ کا نقش کیا۔ سو ان معنی کے اعتبار سے آیت خاتم النبیین کے معنی ہونگے ما یختم بہ او یطبع بہ علی کتاب نبوۃ النبیین یعنی آپ کی ذات مبارک اس نقش کیئے گئے نگینہ کی طرح ہے جس کے ساتھ نبیوں کی نبوت پر مُہر تصدیق کی جاتی ہے اور ایسی مُہر تصدیق کی جاتی ہے جس کے بغیر ان کی نبوت کی تصدیق نہیں ہوتی۔

دوسرے خاتم کے معنی انگوٹھی کے ہونگے گو در اصل تو اس کے معنی جیسے میں بیان کر آیا ہوں ما یوضع علی الطینۃ کے ہی ہونگے مگر باعتبار تسمیۃ الظرف باسم المظروف کے مجازاً انگوٹھی کے بھی معنی ہونگے اور انگوٹھی کی غرض یا تو ختم علی الکتاب ہوتی ہے جیسے کہ میں اوپر حدیث پیش کر کے بتلا آیا ہوں اور یا محض زینت غرض ہوتی ہے تو اس لحاظ سے اس کے معنی حلیۃ النبیین یا زینۃ النبیین کے ہونگے یعنی آپ نبیوں کے لئے زینت اور خوبصورتی ہیں جیسے کہ تفسیر فتح البیان میں ہے کہ معنی الثانیۃ (ای بفتحھا) انہ صار کالخاتم الذی یختمون بہ و یتزینون بکونہ منھم یعنی خاتم بالفتح کے یہ معنی ہیں کہ آپ کا وجود ان کے لئے خاتم کی طرح ہے اور وہ انبیاءؑ حضور اقدسؐ کو اپنے گروہ میں ہونیکے باعث زینت سمجھتے ہیں اور مجمع البحرین میں بھی یہی معنی ہیں کہ محمد خاتم النبیین یجوز فیہ فتح التاء وکسرھا فالفتح بمعنی الزینۃ ماخوذ من الخاتم الذی ھو زینۃ للابسہ۔

ترجمہ۔ محمد خاتم النبیین اس میں تاء کی فتح وکسرہ دونوں جائز ہیں اور خاتمؐ تاء کی فتح کے ساتھ ہے اس کے معنی زینت کے ہیں اور یہ اس خاتم سے ماخوذ ہے جو اپنے پہننے والے کے لئے زینت ہے۔ پس اس معنی کے لحاظ سے بھی آپ انبیاءؑ کے دروازہ کو بند کرنیوالے نہ ہوئے۔

تیسرے معنی خاتم کے اثر الناشی عن الخاتم علی الکتب کے ہیں یعنی مُہر کا وہ نشان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو کتاب پر ظاہر ہوتا ہے۔ اس نشان کا نام بھی خاتَم ہے جیسے کہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ قد یطلق لفظ الخاتم علیٰ اثر الناشی عنہ یعنی لفظ خاتَم کبھی اس نشان پر بھی بولا جاتا ہے جو کہ مُہر کے لگانے سے پیدا ہوتا ہے مثلاً اگر کسی کاغذ وغیرہ پر کسی قاضی یا بادشاہ کی مُہر کا نشان ہو تو اس کو کہا جائیگا کہ ھٰذا خاتَم القاضی و ھٰذا خاتَم السلطان پس ان معنی کے اعتبار سے یہ وجہ تسمیہ ہوئی جیسے کہ امیر المومنین حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے بیان کیا ہے کہ ولم یجو لنبی نبوۃ الا اخذ خاتما من محمد رسول اللہ صلعم یعنی کسی نبی کی نبوّت جاری نہیں ہوئی مگر اس نے آنحضرت صلعم کے نقش نگین سے فیض حاصل کیا ہے سو اس معنی کے لحاظ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلعم کے بعد آپؐ کی نقش نگین کے ماتحت کوئی مبعوث نہ ہوگا اگرچہ یہ ایک روحانی معنی ہیں جن کے سمجھنے کے لئے بھی روحانی آنکھوں کی ضرورت ہے تاہم ظاہری طور پر بھی تمام انبیاءِ سابقین آنحضرت صلعم کے نقش نگین کے ماتحت ہیں کیونکہ اگر ہمارے آنحضرت صلعم انبیاءِ بنی اسرائیل و دیگر اقوام کے انبیاءؑ کی تصدیق نہ کرتے تو غیر اقوام مثلاً باشندگانِ عرب۔ ترک۔ تاتار۔ ہند۔ فارس وغیرہم نے جو مشرف باسلام ہو کر آنحضرت صلعم کی تعلیم کے اثر سے ان انبیاءؑ کی نبوّت کو تسلیم کیا ہے اور ان پر ایمان لانے پر وہ مجبور ہوئے ہیں ان کو کیونکر تسلیم کر سکتے تھے کیونکہ آپؐ کے مبعوث ہونے سے پیشتر ہر قوم کی طرف علیحدہ علیحدہ نبی آتا رہا جس کو کہ اس کی قوم ہی قبول کرتی رہی مگر اقوام اس نبی کو بوجہ اسکے انکی طرف نہ مبعوث ہونیکے نہ مانتی رہیں۔ سو ان تمام قوموں سے جس جس نے اسلام قبول کیا اگر ان تمام نبیوں کو جو کہ آپؐ سے پہلے آئے قبول کیا تو محض آنحضرت صلعم کی وجہ سے اور آپؐ کی تصدیق سے۔ دوسرے یہ بھی وجہ تھی کہ پہلے نبیوں کی کتب اور ان کے حالات دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے اور اگر کوئی کسی نبی کی تعلیم باقی رہ گئی تھی تو اس میں اسقدر تصرّف انسانی سے کام لیا گیا تھا کہ ان کے نقشہ کو بالکل پلٹ ہی دیا تھا سو ممکن ۔۔ تھا کہ کوئی کہدے کہ اگر نبی کریمؐ انکی نبوّت کی نہ بھی تصدیق کرتے تاہم ان کی تعلیم کو دیکھ کر لوگ ان کی نبوّت کے قائل ہو سکتے تھے مگر تعلیم بھی ایسی خلط ملط ہو گئی تھی کہ اسے پڑھکر تو کوئی ان کو شریف انسان بھی نہیں کہہ سکتا تھا چہ جائیکہ ان کی نبوّت پر یقین کرتا پس ان نبیوں کو ماننے کا کوئی ذریعہ نہ تھا بجز اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلعم کو وادیٔ غیر ذی زرع میں بھیجکر آپؐ کے ذریعہ ان کی نبوّت کو منوایا۔ سو یہ باقی انبیاءؑ پر زبردست احسان اور بے نظیر مہربانی تھی جو آپکے ذریعہ سے ظاہر ہوئی۔ سو ان معنوں کے لحاظ سے بھی یہ آیت مانع نبوّت نہیں۔

چوتھے خاتَم کے معنی نہایت و تمام کے ہونگے۔ جیسے کہ ابن خلدون نے لکھا ہے وقد یُطلق

علی النهایة والتمام مگر اس سے بھی یہ نہیں نکلتا کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا جیسے کہ خود ابن خلدون نے ہی لکھدیا ہے کہ ویکون هذا من معنی النهایة والتمام بمعنی صحة ذالك المکتوب ونفوذہ کأن الکتاب انما یتم العمل به وهو من دونها ملغی لیس بتمام تو اس صورت میں بھی آیت خاتم النبیین کے یہ معنی ہونگے کہ آنحضرت صلعم کی ذات انبیاءؑ کو پورا کرنیوالی ہے ان معنی کے لحاظ سے کہ ان کی نبوت کو پایہ صحت تک پہنچانے والی ہے۔

اکثر لوگ یہ اعتراض پیش کیا کرتے ہیں کہ لفظ خاتم تاء کی فتح کے ساتھ بہت تھوڑوں نے نبی کریم صلعم سے سُنا ہے اور اکثر صحابہؓ نے تاء کی زیر سے نبی کریمؐ سے سُنا ہے۔ اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی مخالف اس سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے کیونکہ خاتِم جو تاء کے کسرہ کے ساتھ ہے اسکے بھی وہ ہی معنی ہیں جیسے خاتَم جو تاء کی فتح کے ساتھ ہے دوسرے یہ کہنا کہ اکثر صحابہؓ نے لفظ خاتم تاء کی زیر سے پڑھا ہے یہ بالکل خلاف واقعہ اور مغالطہ دینا ہے کسی صحابیؓ نے تاء کی زیر سے اسکو نہیں پڑھا بلکہ حضرت علیؓ و عثمانؓ کا تفسیروں میں ثبوت ملتا ہے کہ وہ تاء کی زبر کے ساتھ خاتَم پڑھتے تھے پس یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اکثر صحابہؓ نے خاتم کو تاء کی زیر سے پڑھا ہے چنانچہ حضرت علیؓ و عثمانؓ کے متعلق خود تفسیروں میں یہ لکھا ہُوا موجود ہے کہ وہ خاتَم بفتح التاء پڑھتے تھے دیکھو تفسیر درمنثور اور المغرب امام مطرزی کی۔ بلکہ تفسیر درمنثور میں تو لکھا ہے کہ امام حسنؓ و حسینؓ کو یہ جگہ ابو عبدالرحمنؓ سلمی پڑھا رہے تھے کہ حضرت علیؓ گذرے تو آپ نے فرمایا اور حکم دیا کہ ان کو خاتَم بفتح التاء پڑھاؤ جس سے صاف طور پر یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو ارجح سمجھتے تھے۔

دوسرے یہ سوال کرتے ہیں چنانچہ مولوی محمد اسحٰق مونگیری نے اپنے ٹریکٹ بنام ختم النبوۃ میں بڑے زور سے لکھا ہے کہ یہ مسلّم قاعدہ ہے کہ جب لفظ خاتَم مضاف ہو کسی جماعت کی طرف تو اسوقت اس سے مُراد اور اسکے معنی سوائے ختم کرنیوالے کے اور بالکل نہ ہونگے چنانچہ آپ لسان العرب کا حوالہ دیکر لکھتے ہیں کہ وہاں بھی خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کیئے گئے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسکے معنی ہی یہی ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں آئیگا۔ اسپر میں پہلے تو مولوی صاحب موصوف سے یہ پوچھتا ہوں کہ یہ قاعدہ مولوی صاحب نے جو بیان کیا ہے اور جس کی تائید کیلئے لسان العرب سے انہوں نے معنی پیش کیئے ہیں کہاں سے اخذ کیا ہے آیا کسی بلاغت و معانی یا نحو کی کتاب میں آپ نے یہ قاعدہ پڑھا ہے یا یہ کہ ان کے اپنے ذہن کا اختراع ہے۔ دوسرا اگر یہ واقعی قاعدہ ہوتا اور ضروری ہوتا کہ خاتم جہاں جماعت کی طرف مضاف ہو تو اسکے یہی معنی ہوتے تو باقی تفسیروں والے بھی یہی معنی لیتے اور دوسرے کوئی بھی معنی نہ لیتے مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ کئی مفسّروں نے اسکے سوا اور بھی اسکے معنی لئے ہیں تو کسطرح پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسکے سوا اور کوئی معنی ہی نہیں ہوسکتے ورنہ یہ عرب کے محاورہ کے خلاف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معنی ہونگے۔ قبل اس کے کہ میں مفسروں کا حوالہ دوں یہ بتلا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر اسکے معنی یہی ہوتے کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ آئیگا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو صرف اہل عرب ہی نہ تھیں بلکہ آپ وہ تھیں کہ جن کے حق میں نبی کریم صلعم نے فرمایا تھا کہ خذوا نصف العلم من ھذہ الحمیراء کہ اس سُرخ رنگ والی سے نصف علم لیلو۔ وہ اس کے متعلق کہتی تھیں کہ قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ کہ یہ تو کہو کہ آپ خاتم النبیین ہیں مگر یہ مت کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ سو اگر وہ اس کے یہی معنی سمجھتیں تو ہرگز لوگوں کو یہ نہ کہتیں کہ یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

پھر تفسیر فتح البیان میں اور مجمع البحرین میں اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ خاتم النبیین میں خاتم کے معنی زینت کے ہیں کہ نبی کریم صلعم نبیوں کیلئے زینت و خوبصورتی ہیں۔ سو اگر اس کے معنی جیسے معترض نے کہا ہے کہ سوائے نبیوں کے ختم کرنیوالے کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتے۔ تو کیوں مفسروں نے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اہل عرب تھیں اور عربی زبان سے خوب آشنا تھیں دوسرے معنی کئے سو ان کے دوسرے معنی کرنا بتلاتا ہے کہ دوسرے معنی بالکل درست ہیں اور یہ معترض کا اپنا اختراع ہے جو اس نے کہا ہے۔ تیسرا اعتراض اسپر یہ کرتے ہیں کہ النبیین میں جو ال ہے یہ استغراق کا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ آپ تمام نبیوں کو خواہ وہ شریعت والے ہوں یا غیر شریعت والے ہوں چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں سب کو آپ ختم کرنے والے ہیں اور کسی قسم کا آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا سو النبیین میں جو ال استغراق کا لیا ہے اوّل تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیوں اس کی تخصیص کیجائے اور یہ کہا جائے کہ یہاں یہی مراد ہے جیسا کہ النبیین قرآن شریف میں اور جگہ بھی آیا ہے اور وہاں کوئی بھی ال استغراق کا مراد نہیں لیتا جیسے انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی و نور یحکم بھا النبیون تو یہاں النبیون سے کوئی عقلمند کُل کے کُل نبی مراد نہیں لیتا۔ دوسرے قتلھم الانبیاء آیا ہے تو کیا اس سے کوئی تمام انبیاء مراد لے سکتا ہے۔ پھر یقتلون النبیین آیا ہے تو کیا اس سے ہو سکتا ہے کہ سب کے سب نبی مراد لئے جا سکیں۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر النبیین میں ال استغراق کا مراد لیا جا سکتا اور سمجھا جائے کہ ہر قسم کے نبی کو آپ ختم کرنیوالے ہیں تو پھر وہ نبی جس کے آنیکی صحاح ستہ کی کتابوں میں خبر دی گئی ہے وہ کسطرح صحیح ہو سکتی ہے جب نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ میرے بعد ایک نبی نے آنا ہے جیسے کہ مسلم اور ابن ماجہ دونوں میں یہ حدیث موجود ہے تو پھر اسکے ہوتے ہوئے ہم یہ کسطرح کہہ سکتے ہیں کہ یہاں آیت میں ال استغراق کا ہے۔

غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ دیکھو صاحب ان معنی کے لحاظ سے آپ آخر النبیین ہوتے تو اب آپ کے بعد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کسطرح کوئی نبی آسکتا ہے سو اس کو زیادہ کھولنے کیلئے میں دو حدیثوں کو پیش کرتا ہوں جن سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ آیا آخر النبیین سے اور خاتم النبیین سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ آپ نبیوں کے آخر اور خاتم ہیں اس لئے کہ آپکے بعد اب کوئی نبی نہ آئیگا ایک حدیث تو میں صحیح مسلم جلد اول سے پیش کرتا ہوں جس میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ انا اٰخر الانبیاء و مسجدی ھذا اٰخر المساجد سو یہاں آپکا اپنے متعلق انا اٰخر الانبیاء کہکر پھر یہ کہنا کہ مسجدی ھذا اٰخر المساجد بتلاتا ہے کہ اٰخر الانبیاء کے یہ معنی نہیں کہ آپکے بعد کوئی نبی نہ آئیگا کیونکہ اگر یہی معنی ہوں تو اگلے حصہ کے یہ معنی ہونگے کہ میری مسجد تمام مساجد کے آخر میں ہے اس کے بعد کوئی مسجد نہیں ہوگی اور اگر کوئی بنائے تو اس کو کوئی مسجد نہ سمجھے بلکہ گرا دے۔ مگر کوئی بھی مسلمان ایسا نہ ہوگا جو یہاں اٰخر المساجد میں اٰخر کے وہ معنی کرے جو اٰخر الانبیاء میں کرتا ہے بلکہ … ہیں اور یہی غیر احمدی بھی کرتے ہیں کہ جو مسجد میری اس مسجد کی اتباع و پیروی میں بنائی جائیگی اور اغراض مسجد کے ہیں اگر ان کے ماتحت اور انہی مقاصد کیلئے کوئی مسجد بنائی جائیگی تو وہ مسجد بھی مسجد ہونے کی مستحق ہو سکتی ہے ہاں اگر کوئی ان اغراض و مقاصد کے خلاف جو میری اس مسجد کے ہیں بنائی جائے تو وہ مسجد مسجد نہیں ہوگی۔ اسی طرح اٰخر الانبیاء کے بھی معنی یہ ہونگے کہ وہ نبی نبی ہو سکتا ہے جو آپ کی اتباع و پیروی سے آئے اور انہی اغراض و مقاصد کو پورا کرنے کیلئے آئے جن کے لئے آپ آئے اور اسی تعلیم و شریعت کو جاری کرنے کیلئے آئے جس کو نبی کریم صلعم لے کر آئے۔ اور … نئی شریعت والا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور نئے اغراض و مقاصد لیکر آئے تو وہ نبی نہیں ہو سکتا جیسا کہ وہ مسجد مسجد نہ ہوگی جو کہ اپنے اندر وہ اغراض و مقاصد نہ رکھتی ہو جو اغراض کہ … کے تھے۔ سو آنحضرت صلعم نے انا اٰخر الانبیاء کی خود ہی تشریح کر دی تاکہ آئندہ لوگ ٹھوکر نہ کھائیں۔ مگر افسوس کہ لوگ بدقسمتی سے غفلت کرتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ حق ان کے …

دوسری حدیث۔ تفسیر صافی کے صفحہ ۱۱۱ پر آیت خاتم النبیین کی تفسیر کے ماتحت ہے نبی کریم نے فرمایا کہ انا خاتم الانبیاء و انت یا علی خاتم الاولیاء۔ آپ نے حضرت علیؓ کو خاتم الاولیاء کہکر خود ہی خاتم کی تفسیر کر دی کیونکہ اس کے معنی نہ تو یہ ہیں اور نہ ہی کوئی یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ حضرت علیؓ ولیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اب آپکے بعد کوئی بھی ولی نہ آئیگا بلکہ حضرت علیؓ نے جن کو کہ آنحضرت صلعم نے خاتم الاولیاء کہا ہے خود آیت الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کی تفسیر کر دی جبکہ آپ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ھم نحن و اتباعنا و اولیاء ھم ہیں اور جو ہماری … کرنیوالے ہیں یعنی انہی راہوں پر قدم مارنے والے ہیں جن پر کہ ہم نے مارا سو آنحضرت صلعم کا حضرت علیؓ …

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہنا اور آپ کا خود اس کی تفسیر کر دینا یہ صاف بتلاتا ہے کہ اس کے وہ معنی ہرگز نہیں کہ جو غیر احمدی سمجھے ہوئے ہیں بلکہ وہی ہیں جو ہم کہتے ہیں اور جن کی کہ خود حضرت علیؓ نے بھی تائید کر دی ہے۔

لفظ خاتم کے پانچویں معنی علامت کے ہیں جیسے کہ امام محمد طاہر مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ فی اعناقھم الخواتم اراد بھا اشیاء من ذھب او غیرہ تعلق فی اعناقھم یعرفون بھا دوسری حدیث میں ہے کہ آمین خاتم رب العلمین اسکے متعلق امام موصوف لکھتے ہیں:- ای علامۃ التی تدفع عنھم الاعراض والعاھات تو اس صورت میں آیت خاتم النبیینؐ کے یہ معنی ہونگے کہ علامۃ النبیینؐ کہ آنحضرت صلعم کی ذات مستجمع جمیع صفات ایسی علامت ہے جس سے انبیاء شناخت کیے جاتے ہیں اور آپ کی ذات معیار نبوت ہے اور جو آپکے اسوہ حسنہ پر ہوگا وہ نبی ہے ان معنی کے لحاظ سے کہ وہ علامت آنحضرت صلعم کے لئے رکھی گئی ہے وہ معیار صداقت ہر نبی کے لئے ہے اگر وہ معیار کسی بعد میں آنیوالے نبی میں پایا جائے تو وہ صادق ہے ورنہ کاذب۔ اور ان معنی کی تائید یہ بات کرتی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد چونکہ کثرت سے جھوٹے نبیوں نے ہونا تھا اور ایک اس نے بھی جو سچا تھا اور جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اور آنحضرت صلعم نے احادیث میں دی ہوئی تھی اس لئے ضرور تھا کہ نبی کریم صلعم کی نبوت کو سچوں کو جھوٹوں سے پرکھنے کیلئے بطور معیار و کسوٹی کے بنایا جاتا تاکہ آئندہ جھوٹا دعویٰ کرنے والوں سے پرہیز اختیار کیا جاتا اور اس سچے کو قبول کر لیا جاتا۔ سو ان پانچوں معنوں سے جو کہ خاتم کے کئے گئے ہیں صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ آپکے بعد یہ آیت دروازہ نبوت کو قطعاً بند نہیں کرتی بلکہ کھولتی ہے۔

دوسری آیت جو غیر احمدی اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کرتے ہیں یہ ہے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ اور اس سے اطرح پر استدلال کرتے ہیں کہ دنیا میں نبی تو اس وقت آتا ہے جب دین ناقص ہو اور کامل ہونے میں کچھ کسر رہ گئی ہو تاکہ وہ نبی اس کو کامل کر دے تو جب نبی کریم صلعم کی آمد سے دین کامل ہو گیا اور اتمام نعمت بھی ہو گئی تو اب کس لئے نبی کے آنیکی ضرورت ہے سو اس کا ایک تو یہ جواب ہے کہ اگر بزعم ان کے دین اسلام کی تکمیل آئندہ کے لئے کسی نبی کے لئے مانع ہے تو اس صورت میں جس ایک نبی کے آنے کے یہ خود منتظر ہیں اور جس کا پتہ احادیث میں نبی کریم صلعم نے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کا آنا بھی (معاذ اللہ) فضول اور لغو ہے کیونکہ دین کی تو تکمیل ہو گئی اب اس نے آ کر کیا کرنا ہے سو یا تو یہ مانو کہ اب کسی نے آنا ہی نہیں لیکن یہ غلط ہوگا کیونکہ آنحضرت صلعم نے احادیث

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں صریحاً اسکے آنے کی خبر دی اور اس کو نبی اللہ کہا اور اسی طرح قرآن شریف نے بھی خبر دی ہے) یا پھر یہ کہو کہ دین ابھی کامل نہیں ہوا کیونکہ نبی تو دین کی تکمیل کے لئے آتا ہے اور وہ ابھی ہوا نہیں۔ مگر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ صریح نص سے یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ دین کی تکمیل ہو گئی۔ پس اب یہی ماننا پڑیگا کہ ہمارا یہ کہنا ہی غلط اور فضول ہے کہ نبی اسی وقت ہی آتا ہے جبکہ دین ابھی کامل نہ ہوا ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت کی نسبت قرآن شریف میں بتلایا ہے کہ ثم اٰتینا موسی الکتٰب تمامًا علی الذی احسن وتفصیلًا لکل شیءٍ وھدًی ورحمۃ۔ سو توریت کی نسبت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے اس کے ہوتے ہوئے جبتک توریت کے بعد کوئی شریعت نہیں آئی تھی تب تک اس زمانہ کے لوگوں کے لئے یہ شریعت کامل تھی اور ناقص نہ تھی تو جب تک آئندہ شریعت ثانی شریعت موسوی کامل تھی۔ پھر بھی اس عرصہ میں غیر شارع نبی آتے رہے ہیں جیسا کہ قرآن شریف نے بڑی تصریح سے اس کو بیان کیا ہے کہ انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدًی ونور یحکم بھا النبیون (مائدہ ع) ترجمہ بلاریب ہم نے توریت نازل کی اس میں ہدایت اور نور ہے کہ اس کے ساتھ فیصلہ کرتے آئے ہیں نبی)۔ تو کیا یہ آیت واضح نہیں کرتی کہ نبی صرف اس لئے نہیں آتا کہ دین پہلے ناقص ہو اور یہ اس کی تکمیل کرے بلکہ پہلی شریعت کو تازہ کرنے اور اسکی تعلیم کو کھول کھول کر سمجھانے کیلئے بھی آتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی آئے جو کہ توریت سے ہی فیصلہ کرتے اور ان پر کوئی شریعت نئی نہ اتری بلکہ ہو کر تو نبی آئے تھے۔ پھر اگر اس آیت کے سیاق سباق کی طرف دیکھا جائے تو وہاں کہیں بھی اس طرف اشارہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ آیت دروازہ نبوت کو بند کرنے والی ہے بلکہ اس آیت سے پہلے حرام اشیاء کا ذکر ہے اور اس کے بعد حلال اشیاء کا پس جبکہ آیت متنازعہ فیہ کے سیاق سباق میں اوامر نواہی حلت و حرمت کا ذکر ہے تو اب اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ آیت مذکور بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے نہ کہ نبوت اور رسالت کے بند ہونے کی طرف۔

پھر نبی کریم صلعم کے بعد ہر قسم کے نبی کے بند ہونے کو اتمام نعمت سمجھنا سخت غلطی ہے کیونکہ نبوت تو خود اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام قوم کو کہتے ہیں یٰقوم اذکروا نعمۃ اللّٰہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا۔ تو نبوت جب خود ایک بہت بڑی نعمت ہے تو اس کے متعلق یہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ اتمام نعمت کا نتیجہ ہی نبوت کا بند ہو جانا ہے اچھا ہم القراٰن یفسر بعضہٗ بعضاً کی بناء پر دیکھتے ہیں کہ اتمام نعمت سے کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضروری ہے۔ سو دوسری جگہ دیکھنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ اتمام نعمت کی کیا تفصیل خود اللہ تعالیٰ نے بتلائی ہے ارشاد ہوتا ہے من یطع اللہ والرسول فاولٓئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیّٖن والصدیقین والشہداء والصالحین و حسن اولٓئک رفیقا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے نعمت کی تفصیل جو اس نے اُمت محمدیہ میں اپنی اور رسول اللہ صلعم کی اطاعت سے وابستہ رکھی ہے کہ وہ نبی ہوجاتا ہے اور صدیق ہوجاتا ہے اور شہید وصالح بنجاتا ہے۔ اور جیسے میں پہلے بتلا آیا ہوں ضروری ہے کہ آپ سے پہلے ایسی نعمت اتمام کسی پر نہ ہوئی ہو اس کی بھی تائید قرآن سے ہوتی ہے چنانچہ فرمایا والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولٓئک ہم الصدیقون والشہداء کہ پہلے نبیوں کی اتباع و اطاعت میں تو شہداء وصدیقین ہی لوگ بنتے تھے اور اب اس رسول یعنی آپ صلعم کی اتباع سے نبی صدیق شہداء اور صالح بنینگے سو اتمام نعمت تو نبی کریم صلعم کی فرمانبرداری سے یہ ہے کہ نبی صدیق شہید صالح ان چار درجوں میں سے کوئی نہ کوئی درجہ ملجاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بالتصریح اسکے متعلق ذکر کردیا ہے +

تیسری آیت جس سے کہ غیر احمدی نبی کریم صلعم کے بعد دروازہ نبوت کو بند کرتے ہیں وہ آیت یہ ہے والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ہم یوقنون۔ اور اس سے اس طرح پر استدلال کرتے ہیں کہ اگر نبی کریم کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو بھیجکر وحی کرنی ہوتی تو صرف یہی نہ کہتا کہ وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس وحی پر جو تجھ پر نازل کی گئی اور اس وحی پر جو تجھ سے پہلے رسولوں پر نازل کی گئی اور قیامت پر وہ ایمان لاتے ہیں۔ بلکہ یہ کہتا کہ وہ ایمان لاتے ہیں اس وحی پر جو تجھ سے بعد آنیوالی ہے سو چونکہ بعد کوئی وحی ہی نہیں آنی تھی اس لئے خدا نے اس کا ذکر ہی نہیں کیا۔ سو اس کے متعلق دراصل ان کو دھوکا لگا ہے جو انکے اس آیت پر تدبر نہ کرنے کا نتیجہ ہے کیونکہ یہی آیت جس سے وہ اعتراض کرتے ہیں انکے سوال کا جواب دے رہی ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ کہا ہے کہ وہ لوگ جو تجھ سے پہلے کی وحی پر اور بعد کی وحی پر ایمان لاتے ہیں تو اس کے ساتھ قیامت کا ذکر کرنا کہ قیامت پر ایمان لاتے ہیں کیا تعلق رکھتا ہے بات تو وحی کے متعلق ہو رہی ہے اور معاً وحی کے ساتھ خواہ مخواہ قیامت کو لگا دینا کیا معنی رکھتا ہے بلکہ جس لفظ کے معنی وہ قیامت کے لیتے ہیں وہ اٰخرۃ کا لفظ ہے جس کے اصلی معنی پیچھے آنیوالی کے ہیں سو میں پوچھتا ہوں کہ جب اس سے پہلی نبی کریم صلعم سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پہلے کی وحی اور آپ کے وقت جو آپ پر وحی ہوئی ہے اس کا ذکر ہے تو اس کے ساتھ پیچھے آنیوالی سے
مُراد بھی یقیناً یہی ہے کہ پیچھے آنیوالی وحی پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ اس سے پہلے وحی ہی کا
ذکر ہے اور پہلے وحی کا ذکر ہونا۔ چاہتا ہے کہ یہاں بھی وحی ہی مراد ہو لا غیر۔ پس معنی آیت کے یہ ہوئے
کہ وہ لوگ جو ایمان لاتے اس پر جو تجھ پر وحی اُتاری گئی اور اس وحی پر جو تجھ سے پہلے اُتاری گئی اور
اس وحی پر جو پیچھے آنیوالی ہے اور یہ بالکل سیاق سباق کے موافق معنی ہیں بخلاف اسکے جو معنی
وہ کرتے ہیں ان کے اعتبار سے آپس میں ربط نہیں بنتا۔

اس پر اگر غیر احمدی یہ کہیں کہ ہم نہیں مانتے کہ آپ کے بعد وحی ہوگی تو میں ان کے سامنے آنحضرت صلعم
کی حدیث رکھتا ہوں جس میں صاف طور پر مسیح پر جس نے آنا ہے وحی کے ہونے کا ذکر ہے جیسے صحیح مسلم
میں آتا ہے کہ فبینما ھم کذالک اذا اوحی اللہ الی عیسیٰ انی قد اخرجت عباداً لی
لا یدان لاحد لقتالھم۔ تو اس حدیث میں صاف طور پر نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ
مسیح پر وحی کریگا سو اگر نبی کریم کے بعد وحی نہ ہونی ہوتی تو اس طرح پر آنحضرت صلعم کبھی نہ فرماتے کہ
اللہ تعالیٰ مسیح پر وحی کریگا۔ دوسرا جواب انکے استدلال کا یہ ہے کہ اگر بفرض محال علی سبیل التنزل
آخرۃ سے قیامت ہی مراد ہو تو تب بھی کوئی حرج نہیں لازم آتا کیونکہ جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم پر
وحی کی ہے اور آپ سے پہلوں پر کی ہے ان تمام میں آخری نبی کے آنے کا ذکر ہے اور قرآن شریف میں
تو نسبت دیگر الہامی سابقہ کتب کے اس آخری نبی کے آنے کا زیادہ ذکر ہے اور حدیثوں میں تو
اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر ہے۔ سو چونکہ آپ پر اور آپ کے پہلے جو وحی نازل
ہوتی تھی اس میں آخری نبی کا ذکر تھا اس لئے جو اُن وحیوں پر ایمان لائیگا ضرور ہے کہ وہ آنیوالی وحی پر
بھی اور اس نبی پر بھی کہ جس پر وہ وحی نازل ہوتی ہے ایمان لائے پس اگر بالآخرۃ سے پیچھے آنیوالی وحی
بفرض محال نہ بھی مراد لیں تب بھی اسپر آیت ما انزل الیک وما انزل من قبلک دلالت کرتی
ہے اور اس وحی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے جو آنحضرت صلعم کے بعد ہونیوالی ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ چونکہ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن شریف کامل شریعت ہے اور اسکے بعد قیامت
تک کوئی شریعت نہیں آنی اور نہ ہی ایسا نبی آنا ہے جو نئی شریعت لائے اس لئے یہ وحی جو نبی کریم صلعم
پر نازل ہوئی کامل و مکمل تھی اور آپ کے بعد جس نبی کی خبر خود نبی کریم صلعم نے دی ہوئی تھی جس کا میں آگے
چلکر انشاء اللہ ذکر کرونگا اسپر جو وحی نازل ہونی تھی وہ بھی اسی چشمہ کا فیض ہے جو چشمہ نبی کریم صلعم پر
جاری ہُوا اور اس مبدأ کی طفیل ہی آگے اس آنیوالے نبی پر وحی ہونی تھی اس لئے مستقل طور پر اور علیحدہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس وحی کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ جو اس وحی کو مانیگا جو نبی کریم صلعم پر نازل ہوئی اور اسپر یقین کریگا ضروری ہے کہ اس وحی کو بھی مان لے جو نبی کریم صلعم کے بعد آپکی طفیل و برکت سے ہونیوالی تھی اس لئے اسکو اگر مان بھی لیا جائے کہ اس آنیوالی وحی کا علیحدہ ذکر نہیں کیا گیا تو تب بھی کوئی محذور لازم نہیں آتا۔

اب میں اسکے بعد امر ششم کی طرف آتا ہوں ان آیات کو پیش کرتا ہوں جن سے احمدی جماعت نبی کریم صلعم کے بعد دروازہ نبوت کے جاری رہنے پر استدلال کرتی ہے۔ پہلی آیت یٰبنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی فمن اتقٰی و اصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ ترجمہ اے بنی آدم جب تمہارے پاس میرے رسول آئیں میری آیات کو تم پر پڑھیں پس جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کی تو انپر نہ ہی کوئی ڈر ہے اور نہ ہی کوئی حزن ہوگا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر بتلا دیا ہے کہ اے بنی آدم تمہاری اصلاح کیلئے اور تمہاری ہدایت کے لئے رسول آئینگے سو اگر نبی کریم صلعم کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی کو رسول کرکے نہ بھیجنا تھا تو قرآن شریف میں تمام بنی آدم کو مخاطب کر کے اس صراحت کے ساتھ کیوں کہا کہ جب میرے رسول آئیں تو انکو مانیو۔ بعض نافہم اس آیت پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت کے مخاطب صحابہؓ اور بعد کے لوگ نہیں ہیں بلکہ پہلی اُمتوں و قوموں کو یہ خطاب ہو چکا ہے اور اسکو اللہ تعالیٰ نے علیٰ سبیل الحکایۃ بیان کیا ہے۔ سو پہلا تو اسکا یہی جواب ہے کہ یہاں بنی آدم کرکے پکارا ہے اور نبی کریم صلعم کے وقت کے لوگ اور بعد کے لوگ بھی بنی آدم میں شامل ہیں۔ دوم۔ یہاں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو یہ بتلائے کہ یہ پہلوں کو خطاب ہے اور حکایۃً یہاں بیان ہے۔ سوم۔ اس سے پہلے چار دفعہ یا بنی آدم کہکے اللہ تعالیٰ نے مخاطب کیا ہے اور ان میں کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ نبی کریم صلعم کے وقت کے لوگ اور بعد کے لوگ اسکے مخاطب نہیں ہیں۔ سو ہم کہتے ہیں کہ اب پانچویں دفعہ اسکے ساتھ ہی آیت یا بنی اٰدم اما یاتینکم رسل الآیۃ میں بھی ہم یہ کیوں نہ کہیں کہ صحابہؓ اور بعد کے آنیوالے لوگ مراد ہیں واقعی حیرت کی بات ہے کہ ان لوگوں کی عقلوں پر کیسے پردے پڑ گئے ہیں جب انہی لفظوں کے ساتھ اس سے پہلے چار دفعہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو مخاطب کیا ہے اور اس سے مراد صحابہؓ اور بعد میں آنیوالے مراد ہیں تو اس جگہ انہیں کیا ہو جاتا ہے جو کہنے لگ جاتے ہیں کہ صحابہؓ اور انکے بعد آنیوالے لوگ مراد نہیں ہیں بلکہ پہلی اُمتوں اور قوموں کو اس میں خطاب ہے۔

دوسری آیت۔ اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلا و من الناس (حج ع ۱۰) ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس میں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ہے کہ میں فرشتوں سے اور انسانوں میں سے رسول اختیار کرتا ہوں اور آئندہ اختیار کرونگا۔ سو اس میں اللہ تعالیٰ نے بالصراحت خبر دیدی ہے کہ میں انسانوں میں سے رسول بناتا ہوں اور آئندہ بناؤنگا۔ پس جیسا کہ غیر احمدی یہ کہتے ہیں کہ اب نبی کریم صلعم کے بعد کوئی رسول نہیں آئیگا اگر صحیح مان لیا جائے تو یہ آیت غلط ٹھیرتی ہے کیونکہ اس میں انسانوں میں سے آئندہ کیلئے بھی رسول بنانے کی خبر دی گئی ہے خصوصاً جبکہ انسانوں کے ساتھ انہیں فرشتوں میں سے بھی رسول بنانے کی خبر دی ہے اور اس کا کوئی انکار نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اب بھی فرشتوں کو رسول بناتا ہے سو اسی طرح انسانوں میں سے بھی ضروری ہے کہ رسول بنائے جیسا کہ اس نے خود خبر دی ہے ۔

تیسری آیت من یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین (نساء ع ۹) ۔ ترجمہ جو اللہ تعالیٰ اور اس رسول یعنی آنحضرت صلعم کی پیروی کرتے ہیں وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کئے نبیوں میں سے صدیقوں میں شہیدوں اور صالحین میں ۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور آنحضرت صلعم کی اطاعت سے چار مدارج بتلائے ہیں نبی۔ صدیق۔ شہید۔ صالح۔ پس اس آیت نے صاف طور پر بتلا دیا کہ جس طرح آپ کی اطاعت شہید صالح اور صدیق بنا دیتی ہے اسی طرح وہ نبی بھی بنا دیتی ہے جیسی جیسی کوئی اطاعت کریگا اور جتنا جتنا اس کی راہوں میں قدم ماریگا اس کے مطابق ہی وہ مدارج اربعہ مذکورہ میں سے حصہ پالیگا۔ اس پر بھی بعض خوش فہم نہایت بیباکی سے اعتراض کر دیتے ہیں کہ یہاں لفظ مع کا ہے جس کے معنی ساتھ کے ہیں اور ترجمہ یہ ہے کہ وہ نبیوں کے ساتھ ہونگے نبی نہ بنینگے۔ ہم کہتے ہیں کہ اچھا اسی طرح ہی سہی ذرا آگے چلئے کہ وہ نبیوں کے ساتھ ہیں کیا معنی کہ خود نبی نہیں صرف ان کے ساتھ ہیں اسی طرح وہ صدیقوں کے ساتھ ہیں کیا معنی کہ صدیق تو نہیں بلکہ ان کے ساتھ ہیں اور ایسے ہی وہ صالح و شہید تو نہیں ہاں ان کی صحبت میں ہیں۔ سو لفظ مع کا تعلق صرف النبیین کے ساتھ ہی نہیں بلکہ صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ بھی ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ جس قسم کے معنی لفظ مع کے النبیین کے ساتھ کرتے ہو وہ ہی معنی اس مع کے اگلے تین قسم کے آدمیوں کے ساتھ کر کے دکھلاؤ اور پھر بتلاؤ کہ آیا تمہارے معنی درست ہیں یا ہمارے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب لغت کے لحاظ سے لفظ مع کے معنی میں سے ہیں اور خود قرآن شریف میں مع کے یہ معنی نہ صرف ایک جگہ بلکہ کئی جگہ آئے ہیں تو کیوں پھر ہم یہ معنی نہ لیں جیسے توفنا مع الابرار ہے تو کیا اسکے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ معنی ہونگے کہ اے رب ہم کو نیکوں کے ساتھ مارنا پر نیک نہ بنانا بلکہ اس کے تو معنی یہی ہیں کہ اے رب ہم کو نیکوں میں سے مارنا اور ایسی حالت میں وفات دینا کہ ہم نیک ہوں اسی طرح فاولٰئک مع المؤمنین ہے کہ وہ مومنوں میں سے ہونگے اسی طرح آیت متنازع فیہ میں بھی یہی معنی ہونگے کہ وہ نبیوں میں سے ہونگے نہ یہ کہ وہ نبی تو نہ ہونگے ہاں ان کے ساتھ ہونگے۔

چوتھی آیت وہ دعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو سورہ فاتحہ میں سکھلائی ہے جس کو ہر مسلمان اپنی نمازوں میں ہر روز کم از کم بتیس ۳۲ دفعہ پڑھتا ہے اور وہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے پہلے منعم علیہ گروہ پر جو انعام ہوئے ہیں ان کو پانے کے لئے دعا سکھلائی ہے دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسے انعامات ہیں جو پہلوں پر ہوئے سو اس کی بھی خود قرآن کریم ہی ہم کو خبر دیتا ہے کہ انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین کہ پہلے لوگوں کو چار قسم کی نعمتیں ملیں۔ نبوت صدیقیت شہیدیت صالحیت۔ سو جب اس آیت سے صریح طور پر معلوم ہو گیا کہ پہلے گروہ کو یہ چار نعمتیں ملیں تو اب اللہ تعالیٰ کا اُمت محمدیہ کو انہی نعمتوں کے لینے کیلئے دعا سکھلانا جو نعمتیں کہ وہ پہلے دے چکا ہے صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ اس اُمت میں دروازہ نبوت کو ضرور جاری رکھنا چاہتا ہے ورنہ وہ کہدیتا کہ سوائے نبوت کے باقی جتنی نعمتیں ہیں ان کے حاصل کرنیکے لئے دعا مانگو۔ سو خدا کا پہلے نبوت جیسی نعمت کو جاری رکھنا پھر اس نعمت کے لینے کے لئے اُمت محمدیہ کو دعا سکھلانا یہ معنی نہیں رکھتا تو اور کیا ہے کہ اس اُمت میں دروازہ نبوت قطعاً بند نہیں ہوا۔

پانچویں آیت اللہ تعالیٰ قرآن میں ہم کو ایک اپنے قانون سے آگاہ کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ کہ میں تاوقتیکہ دنیا میں رسول نہ بھیج لوں عذاب نہیں دیا کرتا پھر دوسری آیت میں یہ بیان کیا ہے کہ ان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیٰمۃ او معذبوھا کہ ہم قیامت سے پہلے پہلے ہر بستی میں عذاب اور ہلاکتیں ضرور بھیجیں گے سو پہلی آیت سے تو یہ علم ہو گیا کہ عذاب کا آنا رسول کے آنیکو مستلزم ہے اور دوسری میں کہدیا کہ عذاب ضرور آئینگے سو نتیجہ بھی بدیہی ہے کہ رسول بھی پھر ضرور آئینگے۔

چھٹی آیت رفیع الدرجات ذو العرش یلقی الروح من امرہ علی من یشآء من عبادہ لینذر یوم التلاق۔ ترجمہ۔ درجات کو بلند کرنے والا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) بڑی حکومت والا ہے ڈالتا ہے اور ڈالیگا روح کو جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے تاکہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن سے۔ اس آیت میں روح سے مراد وحی ہے جیسے کہ تفسیر کبیر کے صفحہ ۳۰۶ جلد ۷ میں آیت مذکورہ بالا کے نیچے امام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رازی لکھتے ہیں کہ والصحیح ان المراد بالروح الوحی پھر لکھتے ہیں کہ والوحی انما یتم بارکان اربعۃ فاولہا المرسل وھو اللہ سبحانہ وتعالیٰ فلھٰذا اضاف الوحی الی نفسہٖ والثانی الارسال والوحی وھو الذی سماہ بالروح والرکن الثالث ان وصول الوحی من اللہ تعالیٰ الی الانبیاء لایمکن الا بواسطۃ الملٰئکہ وھو المشار الیہ بھٰذہ الاٰیۃ بقولہ من امرہٖ والرابع الانبیاء الذین یلقی اللہ الوحی الیھم وھو المشار الیھم بقولہ علیٰ من یشاء من عبادہٖ - ترجمہ - اور درست یہی بات ہے کہ روح سے مراد وحی ہے اور وحی چار رکنوں سے پوری ہوتی ہے ایک یہ کہ مرسل ہو اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اسی وجہ سے اس نے وحی کو اپنی طرف منسوب کیا ہے دوسرا یہ کہ وحی ہو جس کا اللہ تعالیٰ نے بالروح من امرہٖ کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔ سوئم یہ کہ اللہ کی طرف سے انبیاء تک وحی کا پہنچنا ملائکہ کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ چوتھا یہ ہے کہ نبی ہوں کہ جنکی طرف اللہ وحی کرے اور اللہ کے قول علیٰ من یشاء سے یہی مراد ہیں سو دیکھو جب یہ صراحتاً معلوم ہوگیا کہ یہاں روح سے مراد وحی اور علیٰ من یشاء سے نبی مراد ہے تو آیت یلقی اللہ سے معلوم ہوگیا کہ اللہ نبیوں کو بھیجتا ہے اور بھیجیگا کیونکہ لفظ یلقی جو مضارع ہونیکے باعث حال استقبال دونو پر دلالت کرتا ہے بتلا رہا ہے کہ اللہ نبی بنائیگا۔

اور اب میں امر مہتم کی طرف آتا ہوں یعنی وہ احادیث بتلاتا ہوں جن کو غیر احمدی اپنے دعویٰ کی تائید کیلئے پیش کرتے ہیں۔ حدیث اوّل وانہ سیکون فی اُمّتی ثلٰثون کذابون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیّن لا نبی بعدی ولا یزال طائفۃ من اُمّتی علی الحق ظاھرین لایضرھم من خالفھم حتّٰی یاتی امر اللہ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی مشکوٰۃ کتاب الفتن)

دوسری حدیث عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلعم قال فضلت علی الانبیاء بستۃ اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدًا وطھورًا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

تیسری حدیث عن جبیر بن مطعم قال سمعت نبی اللہ صلعم ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہٗ نبی۔ (مشکوٰۃ باب اسماء النبی صلعم)

چوتھی حدیث عن سعد ابن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلعم لعلی انت منی بمنزلۃ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ھٰرون من موسیٰ الا انہٗ لا نبی بعدی (متفق علیہ)

پانچویں حدیث کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہٗ نبی الا انہٗ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون (صحیح بخاری)

چھٹی حدیث عن عقبۃ ابن عامر قال قال النبی صلعم لو کان بعدی نبیا لکان عمر۔

ساتویں حدیث عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلعم قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنیٰ بیتا فأحسنہٗ و أجملہٗ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہٖ ویعجبون لہٗ ویقولون ھلا وُضِعَتْ ھٰذہٖ اللبنۃ قال فأنا اللبنۃ و أنا خاتم النبیین (بخاری جلد دوم باب اسماء النبی صلعم)

آٹھویں حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔

اب مَیں امر ہشتم کی طرف آتا ہوں یعنی بتلاتا ہوں کہ ان حدیثوں میں سے جو پہلی تین چار حدیثیں ہیں ان میں لا نبی بعدی کا لفظ آیا ہے سو اگر ان حدیثوں کا یہی مطلب ہے جو غیر احمدی لیتے ہیں تو اسمیں بہت تناقض اور تضاد معلوم ہوتا ہے اور قرآن شریف اور حدیث دونو کے لحاظ سے یہ مفہوم مخالف ہوتا ہے چنانچہ قرآن شریف کی وہ آیات جن سے مَیں اوپر ثابت کر آیا ہوں کہ آپؐ کے بعد نبی آسکتے ہیں یہ حدیثیں ان کے صریح خلاف ماننی پڑینگی۔ دوسرا اگر اس حدیث سے یہ مراد ہوتی کہ آپؐ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آئیگا تو صحیح مسلم کی وہ حدیث جس میں آنیوالے کو نبی اللہ کے لفظ سے پکارا گیا ہے وہ اس کے مخالف ہوگی اگر آپؐ کے بعد کسی نے نبی نہ آنا ہوتا تو آپؐ اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیا (ابن ماجہ جلد اول) کبھی نہ فرماتے کیونکہ جب آپؐ یہ فرما چکے تھے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئیگا تو پھر آپؐ کے بیٹے زندہ بھی رہتے تو تب بھی وہ نبی نہ ہو سکتے آیت خاتم النبیین جس سے غیر احمدی اپنا استدلال کرتے ہیں وہ ۵ھ ہجری میں نازل ہوئی تھی اور آپکا صاحبزادہ ۹ھ میں فوت ہُوا تو اگر خاتم النبیین کے بھی یہی معنی تھے تو پھر کبھی ممکن نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تو آپؐ کو یہ خبر دے کہ تیرے بعد کوئی رسول کوئی نبی نہ ہوگا اور ادھر آپ فرما دیں کہ میرا بیٹا ابراہیم اگر زندہ رہتا تو وہ نبی ہوتا۔ الغرض جب ایک نبی کے آنیکی خبر دی ہوئی ہے اور ادھر حدیث لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیا بھی امکان نبوتؐ ثابت کر رہی ہے تو ہم کو ایسے معنی کرنے چاہیئے جس سے ایک حدیث دوسری حدیث کے مخالف نہ ٹھیرے اور دونوں کی دونو حدیثیں صحیح ہوں سو یاد رکھنا چاہیئے کہ لا نبی بعدی میں جو لفظ لا ہے یہ نفی جنس ذات کے لئے بھی ہوتا ہے اور نفی جنس وصف کمال کے لئے بھی آتا ہے جیسے لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار اسی طرح حدیث ہے کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب ولا دین لمن لا عھد لہٗ ولا ایمان لمن لا امانۃ لہٗ۔
سو ان سب مقامات میں لا نفی جنس صفت کمال کی کرتا ہے نہ کہ نفی جنس ذات کی اسی طرح قرآن شریف
کے چھٹے پارہ میں لا علم لنا آتا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ بالکل علم ہی ہم کو نہیں بلکہ اس سے
کمال علم کی نفی مقصود ہے چنانچہ تفسیر کبیر جلد ۳ میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لا علم لنا سے یہ
مراد نہیں لیتے کہ مطلقاً ان کو علم ہی نہیں پھر صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ اذا ھلک کسریٰ فلا
کسریٰ بعدہٗ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ۔ اب اس سے یہ ہرگز مراد نہیں ہو سکتا
کہ کسریٰ اور قیصر کا وجود ہی مٹ جائیگا بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ قیصر اور کسریٰ کی طرح شان و شوکت
والا نہ کوئی کسریٰ بعد میں ہوگا اور نہ قیصر۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں اس کی یہ شرح
کرتے ہیں کہ لا قیصر بعدہٗ یملک مثل ما یملک ھو۔ کہ ویسا قیصر اسکے بعد کوئی نہ ہوگا جیسا کہ
یہ ہے۔ تو اسی طرح اس حدیث کے یہ معنی ہونگے کہ لا نبی بعدی یعنی میرے جیسا اور میری شان
کا میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور یہ ایسے معنی ہیں کہ اس سے تناقض اور اختلاف بھی دور ہو جاتا
ہے اور عربی زبان کے لحاظ سے یہ معنی خلاف بھی نہیں ہیں اور یہی اختلاف کی دقت جب بعد میں
ائمہ کو پیش آئی تو انہوں نے بھی مجبوراً یہی معنی کئے ہیں اور فیصلہ کر دیا ہے کہ یہی معنی صحیح ہیں انکے
سوا اور کوئی معنی صحیح نہیں۔ چنانچہ میں آگے جاکر بتلاؤنگا کہ بعینہٖ یہی معنی پہلے علماء کرتے آئے ہیں
اور ایک اور حدیث کے جو ہو بہو اسی طرح کی حدیث ہے اس کے معنی حل ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہے
کہ انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اخوۃ علات لیس بینی و بینہٗ نبی۔
(بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۷ مطبوعہ مصر) اور دوسری طرف تقریباً تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ
اصحاب القریہ کی طرف تین اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بھیجے گئے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
بعد آئے جن کا سورہ یٰسٓ میں ذکر ہے سو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام و آنحضرت صلعم کے درمیان
نبیوں کا آنا ثابت ہے تو حدیث لیس بینی و بینہٗ نبی کے یہی معنی ہونگے کہ صاحب کتاب کوئی
نبی ان کے درمیان نہیں آیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی بھی فتح الباری میں جو کہ صحیح بخاری کی بڑی
زبردست شرح ہے لکھتے ہیں کہ والمراد انہ لم یبعث بعد عیسیٰ نبی بشریعۃ مستقلۃ وانما
بعث من بعث بعدہٗ بتقریر شریعۃ عیسیٰ۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
بھی انہی معنوں سے دعویٰ کیا

حدیث لا نبی بعدی میں بعض معترض جن میں سے کہ مولوی محمد اسحٰق مونگیری بھی ہیں یہ کہتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چونکہ نبی نکرہ ہے لا نفی جنس کا ہے اس لئے یہاں ہر قسم کی نبوت کی نفی ہے تعجب ہے کہ یہاں تو فوراً ان کو نبی کا نکرہ تحت نظر آجاتا ہے۔ اور لا پر بھی بہت جلد نظر پڑجاتی ہے مگر لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار میں فتیٰ اور سیف ان کو نکرہ نہیں نظر آتا اور لا نفی جنس کا دکھائی نہیں دیتا تو جب یہاں بھی بعینہٖ وہی صورت ہے جو لا نبی بعدی میں ہے تو کیوں وہ یہاں بھی وہی معنی نہیں لیتے جو وہاں لیتے ہیں پھر مولوی صاحب موصوف نے اپنے رسالہ ختم النبوۃ میں لکھا ہے کہ لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار میں تو ہم ہزاروں فتیٰ و سیف چونکہ دیکھتے ہیں اس لئے یہ مشاہدہ و معائنہ ہم کو بتلاتا ہے کہ اس کے یہاں یہی معنی ہیں۔ سو ہم کہتے ہیں کہ اول تو اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ لا نفی جنس کا ہو کر اور فتیٰ نکرہ ہو کر وہ معنی اگر دے جو ہم لیتے ہیں تو یہ قاعدہ کے اور زبان عربی کے خلاف نہیں ہوگا۔ باقی رہا کہ لا نبی بعدی میں کونسا قرینہ ہے جو ہم کو مجبور کرے کہ یہاں بھی وہی معنی لیں جو لا فتیٰ الا علی میں لیتے ہیں سو یاد رہے کہ اس کا قرینہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم و ابن ماجہ میں ہے جس میں صاف طور پر ایک آنیوالے کو نبی کے نام سے یاد کیا گیا ہے یہی دقت بڑے بڑے ائمہ کو جو متقدمین سے تھے پیش آئی اور ان کو مجبوراً وہ معنی کرنے پڑے جو ہم نے کیے ہیں چنانچہ آگے ان کے معنی بتلائے جائینگے۔

پھر حدیث سیکون خلفاء پر مولوی محمد اسحٰق مونگیری نے لکھا ہے کہ نبی کریمؐ کا یہ فرمانا کہ کلما هلك نبی خلفه نبی و سیکون خلفاء۔ اس میں لفظ سیکون خلفاء بتلاتا ہے کہ آپ کے بعد قیامت تک نبی نہیں آئینگے حالانکہ یہ صریح خلاف واقعہ ہے اور غلط مفہوم بیان کیا ہے آپؐ کا یہ فرمانا کہ بنی اسرائیل میں یکے بعد دیگرے نبی آتے رہے اور میری اُمت میں ایسے یکے بعد دیگرے خلفاء آئینگے صاف بتلاتا ہے کہ اس سے یہی مطلب ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل میں نبی یکے بعد دیگرے آتے رہے اس امت میں ایسا نہیں ہوگا بلکہ یکے بعد دیگرے خلفاء آئینگے یہ مطلب نہیں کہ قیامت تک کوئی بھی نبی نہ آئیگا بلکہ جو طریقہ بنی اسرائیل میں نبیوں کے آنیکا تھا اس سے فقط نفی کی ہے۔

اور چوتھی حدیث جس میں حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے وہاں تو فقط علیؓ سے نبوت کی نفی کرنی مقصود ہے کیونکہ آپؐ اسکو اپنا خلیفہ مقرر کر کے باہر جنگ تبوک کے لئے جاتے ہیں اور انکو ھارونؑ کا مرتبہ دیتے ہیں کہ ہارونؑ موسیٰ علیہ السّلام کے طور پر جاتے وقت موسیٰ علیہ السّلام کے خلیفہ تھے اے علیؓ تو میرا خلیفہ ہے مگر ہارونؑ تو نبی بھی تھے الا انہ لا نبی بعدی میرے جانے کے بعد اے علیؓ تو نبی نہ ہوگا فقط قائم مقام اور خلیفہ ہی ہوگا تو اس میں تو آپؐ نے حضرت علیؓ کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نبوت کا فقط انکار کیا ہے۔

اور پانچویں جو آپ نے فرمایا کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وسیکون من بعدی خلفاء فرمایا ہے تو اس سے مراد صرف یہ بیان کرنا ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل میں انبیاء کے آنیکا متواتر سلسلہ ہوتا تھا کہ یکے بعد دیگرے آتے تھے ویسے اب میرے بعد نہ ہوگا بلکہ میرے بعد معاً خلفاء کا سلسلہ ہی جاری ہو جائیگا۔

اور چھٹی حدیث جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ لو کان بعدی نبیا لکان عمر تو اس سے تو اگر یہی معنی ہوں جو غیر احمدی لا نبی بعدی سے مراد لیتے ہیں تو اس پر بھی وہ سوال ہونگے جو لا نبی بعدی والی حدیث پر ہوتے ہیں جن کو میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ سو اصل بات یہی ہے کہ جیسے احادیث و تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی فطرت کو احکام و قوانین کے نافذ کرنے پر بہت مناسبت تھی چنانچہ کئی احکام ایسے ہیں کہ ان کے نزول سے پہلے حضرت عمرؓ آنحضرت صلعم سے عرض کرتے تھے کہ یا رسول اللہ اگر یہ حکم نازل ہو جائے تو بہت بہتر ہو چنانچہ ویسے ہی ہو جاتا تھا جیسے شراب کی حرمت کا حکم۔ پردے کا حکم اور اذان کے بارہ میں بھی۔ الغرض کئی باتوں میں حضرت عمرؓ کی باتوں کا وحی الٰہی سے تطابق ہو جاتا تھا اور اس وصف سے حضرت عمرؓ ہی متصف تھے اور ایسا کوئی اُمت میں نہ تھا اس لئے اس امر کو اور اسی وصف کو ملحوظ رکھتے ہوئے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قرآن کے کامل ہونے اور قیامت تک رہنے کے باعث اب کسی نئی شریعت اور قانون کی ضرورت نہیں رہی اور اگر ہوتی تو اس کے اہل حضرت عمرؓ تھے کہ آپکے ذریعہ وہ احکام جاری ہوتے ورنہ روحانی مرتبہ کے لحاظ سے تو حضرت عمرؓ سے حضرت ابو بکرؓ بڑھکر تھے جو آنحضرت صلعم کے پہلے خلیفہ تھے مگر ان کو نبی کریم صلعم نے نہیں فرمایا اور اسی لئے نہیں فرمایا کہ قانون اور احکام کے استخراج کی اہلیت عمرؓ میں زیادہ تھی اس لئے اسی وصف کو ملحوظ رکھتے ہوئے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شریعت والا میرے بعد نبی ہونا ہوتا تو وہ حضرت عمرؓ ہوتے۔ چنانچہ ملا علی قاری صاحب نے مرقاۃ میں اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں جیسے کہ وہ لکھتے ہیں کہ لو کان بعدی نبیا کا جملہ نبی کریم صلعم نے اسلئے نہیں بیان کیا کہ نبوت کی نفی ہو بلکہ اسلئے کہ حضرت عمرؓ کی قابلیت کا اظہار ہو چنانچہ اسی حدیث کے حاشیہ پر لکھا ہے اس عبارت کو محال میں بھی استعمال کرتے ہیں اور مبالغۃً بھی گویا یہ اس سبب سے ہے کہ عمر کو الہام ہوتا ہے اور القا کرتا ہے فرشتہ ان کے دل میں حق پس ان کو ایک طرح کی نبوت سے مناسبت ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ساتویں حدیث مثلی و مثل الانبیاء من قبلی الخ والی پیش کی جاتی ہے اس سے دروازہ نبوت کو بند کرنا تو محض ناواقفیت کا نتیجہ ہے بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آکر نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ پہلے منجملہ دیگر انبیاءؑ کے جن کو ایک محل سے تشبیہ دی گئی ہے عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے جو کہ اس محل کی ایک اینٹ تھے جسکو کہ اس محل میں لگایا گیا تھا سو اب حضرت عیسیٰؑ کا دوبارہ آنا تصور کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ اس اینٹ کو اس کے مقام سے اکھیڑا جائے اور اکھیڑ کر پھر دنیا میں بھیجا جائے سو اس میں نبی کریم صلعم نے اگر تشبیہ دی ہے تو صرف پہلے نبیوں کی اور اپنی جیسے کہ من قبلی کا فقرہ ظاہر کر رہا ہے نہ یہ کہ جتنے بھی تا قیامت نبی ہیں ان کی اور نبی کریمؐ کی مثال ہے پس محل کی طرف نظر کرتے وقت پہلے مثلی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی الانبیاء من قبلی کی طرف غور کر لینا چاہیئے اس میں یہ کہاں سے نکل آیا کہ اب آئندہ بھی کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ دوسرے اگر مان بھی لیا جائے تو اس حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی ایسا نبی جو اس اینٹ سے باہر ہو وہ نہیں آ سکتا مگر ہم تو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم جو اینٹ ہیں یہ ایسی اینٹ ہیں کہ جس طرح اس اینٹ کے طفیل اتنے صحابہؓ اور اولیاءؒ اور مجددؒ اور محدثؒ ظاہر ہوگئے اسی اینٹ کی برکت سے اور اسی چشمہ سے فیضیاب ہو کر کوئی اگر نبی بن جائے تو وہ اس حدیث کے منافی نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ کوئی علیحدہ اینٹ نہیں ہے بلکہ اسی اینٹ کے انوار اور برکات ہیں جو نبی کریم صلعم کی اینٹ ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب فداہ ابی و امی بھی یہی فرماتے ہیں کہ:۔

"ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم ÷ یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است
ایں آتشم ز آتشِ بحرِ محمدؐ است ÷ وایں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است"

پس یہ حدیث اس قسم کے نبیوں کے آنے سے مانع اور روک نہیں جیسی کہ اولیاء مجددین کے آنے سے روک نہیں۔

آٹھویں حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات ہے اس سے جیسے غیر احمدی دوست یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ نبوت بالکل باقی نہیں رہی صرف مبشرات ہی رہ گئے ہیں تو آگے جو مبشرات کی تعریف فرمائی کہ الرؤیا الصالحۃ کہ وہ سچی خوابیں ہیں سو اگر اس کا یہی مطلب ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جیسے کہ ظاہری الفاظ سے وہ نتیجہ نکالتے ہیں تو اگلے حصہ کے بھی یہی معنی کریں کہ نبی کریم صلعم کے بعد سوائے خوابوں کے اور سب کچھ بند ہو گیا ہے نہ کشوف کا سلسلہ رہا اور نہ الہام کا۔ اگر ہے تو فقط خوابیں ہی خوابیں ہیں مگر یہ تو قرآن اور احادیث کے صریح خلاف ہے جس کو کوئی عقلمند جائز قرار نہیں دے سکتا اس لئے یہ کہنا تو صحیح نہ ہوگا اور پھر اگر اس حدیث کا یہی منشاء ہوتا کہ آئندہ کے لئے دروازہ نبوت بند ہے تو پھر اس حدیث کی بھی تردید اور اس سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انکار کرنا پڑیگا جس میں آنیوالے نبی کی خبر دی گئی ہے اور اس سے بہت سی مشکلات کا سامنا ہو جائیگا بلکہ اصل اور صحیح اس کے معنی یہی ہیں کہ لم یبق نوع من انواع النبوۃ الا نوع المبشرات کہ نبوت کی جو دو قسمیں ہیں ایک تشریعی اور ایک غیر تشریعی ان میں سے صرف غیر تشریعی نبوت رہ گئی ہے جس میں فقط تبشیر اور انذار کا پہلو ہوتا ہے جیسے قرآن شریف میں صاف طور پر اس قسم کی نبوت کا ذکر آتا ہے کہ رسلاً مبشرین و منذرین۔ اور جو حدیث کا اگلا ٹکڑا ہے کہ الرؤیا الصالحۃ تو اس سے مراد فقط یہی ہے کہ خواب بھی اس کا ایک جزو ہے اور اس کا ایک حصہ ہے اور کبھی ایک جزو پر کُل کا لفظ بھی جس میں سے کہ وہ کُل نکلا ہو تو لے بولا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے فقط خوابوں کے علاوہ باقی کشوف بعہم الہام کی نفی نکلتی ہو تو یہ مفہوم سراسر قرآن شریف کے خلاف ہے جیسے کہ قرآن شریف میں آتا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔

بعض خوش فہم حدیث و مسجدی آخر المساجد کے معنی کرتے ہیں جیسے کہ رسالہ ختم النبوۃ میں مولوی محمد اسحٰق مونگیری نے لکھا ہے کہ مسجدی آخر مساجد الانبیاء یعنی آنحضرت صلعم کی مسجد عام مساجد کے آخر نہیں بلکہ انبیاءؑ کی مساجد کے اخیر ہے اس کے متعلق سب سے پہلے تو ان سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جب حدیث میں آخر المساجد کا لفظ آیا ہے اور آگے الانبیاء کا لفظ نہیں ہے تو کسی کا کیا حق ہے کہ بغیر کسی دلیل کے وہاں انبیاء کا لفظ لگالے۔ دوم اگر آخر المساجد سے آخر مساجد الانبیاء مراد لینا درست ہے تو کیوں انی آخر الانبیاء سے انبیاء التشریعی لینا جائز نہ ہو۔ تیسرے اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس سے یہی مراد ہے کہ آپکی مسجد پہلے انبیاء کی مساجد کی اخیر ہے تو وہ مساجد اور عبادت خانے اور گرجے جو انکے ماننے والے ان کے بعد بناتے رہے ان کی مساجد سے نبی کریم صلعم کی مسجد آخر نہ ہوئی کیونکہ آپنے تو فقط نبیوں کی مساجد سے اخیر اپنی مسجد کو قرار دیا ہے اور اگر کہو کہ انبیاءؑ کی مساجد کے تحت ہی ان کے ماننے والوں کی مساجد آجاتی ہیں کیونکہ وہ بھی اسی مقصد کو پورا کرنیوالی ہیں جس کو کہ ان کے انبیاء کی مسجدیں پورا کرتی ہیں تو پھر آخر الانبیاءؑ میں جو آپنے اپنے متعلق فرمایا ہے اس میں ایسے نبی جو آنحضرت صلعم کے مقصد کو پورا کرنیوالے ہوں بخوبی آسکتے ہیں کیونکہ وہ کوئی آنحضرت صلعم سے علیحدہ اور جدا مقصد لے کر نہیں آئے جیسے نبیوں کی مساجد میں ان کے ماننے والوں کی مساجد بھی داخل ہو جاتی ہے اسواسطے کہ وہ بھی اسی مقصد کو پورا کرتی ہیں جس کو کہ انبیاءؑ کی مساجد پورا کرتی ہیں ؛

اب میں امر مہم کی طرف آتا ہوں کہ ائمہ سلف و علماء متقدمین کا اس مسئلہ کے متعلق کیا عقیدہ ہے سو ان کے عقیدہ کو جب دیکھا جاتا ہے تو بعینہٖ ان کا وہی اس مسئلہ کے متعلق خیال ہے جو ہمارا ہے چنانچہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شیخ محی الدین صاحب ابن عربی نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ جلد ۲ کے صفحہ ۱۰۰ میں لکھا ہے کہ فان النبوۃ سارية الى يوم القيمة فى الخلق وان كان التشريع قد انقطع فالتشريع جزء من اجزاء النبوة۔ ترجمہ۔ پس بیشک نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری رہنے والی ہے اگرچہ تشریعی نبوت منقطع ہوگئی ہے پس شریعت والی نبوت نبوت کے اجزاء سے ایک جزء ہے۔ اسی طرح اسی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۳ میں آپ لکھتے ہیں النبوۃ التی انقطعت بوجود رسول اللہ صلعم انما ھی نبوۃ التشریع لا تمامها فلا شرع يكون ناسخاً لشرعه صلعم ولا يزيد فى شرعه حكما اخر وهذا معنى قوله صلعم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدى ولا نبى اى لا نبى بعدى يكون على شرع يخالف شرعى بل اذا كان يكون تحت حكم شريعتى۔ ترجمہ۔ وہ نبوت جو آنحضرت صلعم کے وجود سے ختم ہوگئی ہے وہ فقط شریعت والی نبوت ہے نہ کُل کی کُل۔ پس اب کوئی شریعت ایسی نہ ہوگی جو آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرنیوالی ہوگی اور نہ ہی کوئی ایسی ہوگی جو آپ کی شریعت میں کوئی حکم زائد کریگی اور یہی معنی نبی کریم صلعم کے اس قول کے ہیں کہ رسالت و نبوت منقطع ہوگئی ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول آئیگا اور نہ نبی یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہ آئیگا جو میری شریعت کے مخالف ہو۔ بلکہ جب بھی ہوگا تو وہ میری شریعت کے ماتحت ہی ہوکر آئیگا۔ پھر آپ فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۶۴ میں لکھتے ہیں کہ انما ارتفعت نبوة التشريع فهذا معنى لا نبى بعدہٗ کہ صرف شریعت والی نبوت بند ہوگئی ہے اور یہی معنی لا نبی بعدہٗ کے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئیگا جو نئی شریعت لائے۔ پھر آپ اس کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۷۱ میں فرماتے ہیں فان الرسالة والنبوة بالتشريع قد انقطعت فلا رسول بعدہٗ ولا نبى اى لا شرع ولا شريعة۔ پھر آپ فتوحات مکیہ میں اسی پہلے صفحہ پر ہی یہ لکھتے ہیں کہ فعلمنا ان قوله لا نبى بعدہٗ اى لا شرعاً خاصةً لانه لا يكون بعدہٗ نبى۔ اسی طرح آپ فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۵۶۹ پر لکھتے ہیں۔ اور اسی طرح فصوص الحکم صفحہ ۱۴۰ میں لکھا ہے کہ واما نبوة التشريع والرسالة منقطعة وفى محمد صلعم قد انقطعت فلا نبى بعدہٗ يعنى مشرعاً ولا رسول هو المشرع۔ اسی طرح فصوص الحکم کے صفحہ ۲۸ میں ہے فان الرسالة والنبوة اعنى نبوة التشريع ورسالته تنقطعان۔ ترجمہ۔ پس نبوت و رسالت یعنی شریعت والی رسالت و نبوت یہ دونو بند ہوگئی ہیں۔ پھر فصوص الحکم کے صفحہ ۱۴۱ میں لکھا ہے۔ فابقى لهم النبوة العامة التى لا تشريع فيها۔ ترجمہ سو باقی چھوڑا ہے آپ نے لوگوں کے لئے عام نبوت کو جس میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ شریعت نہیں ہوتی۔ پھر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی تفہیمات الٰہیہ صفحہ ۷۲ میں لکھتے ہیں:-
ختم به النبیون ای لایبعث من یأمرهُ الله سبحانهٗ بالتشریع علی الناس۔
ترجمہ۔ آپکے ساتھ نبیوں کے ختم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپکے بعد ایسا شخص اللہ تعالیٰ کوئی نہیں بھیجیگا
جس کو کہ اللہ تعالیٰ نئی شریعت کے ساتھ مامور کرکے بھیجے۔

پھر ملا علی قاری صاحب موضوعات کبیر صفحہ ۵۸ میں لکھتے ہیں:- معنی لا نبی بعدی انهٗ
لا یأتی نبی بعدهٗ ینسخ ملّتهٗ ولم یکن من اُمّتهٖ۔ ترجمہ۔ لا نبی بعدی کے معنی یہ ہیں کہ
آپکے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا جو آپکے مذہب کو منسوخ کردے۔

پھر شیخ محمد طاہر صاحب تکملہ مجمع البحار کے صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں:- عن عائشۃ قولوا
انهٗ خاتم الانبیاء ولا تقولوا انه لا نبی بعدهٗ۔ عائشہؓ سے روایت ہے وہ کہتی
ہیں کہ آپؐ کی شان میں یہ تو کہو کہ آپؐ خاتم الانبیاءؐ ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپکے بعد کوئی نبی نہیں۔

پھر امام شعرانی صاحب الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں:- فان مطلق النبوة
لم یرتفع وانما ارتفع نبوة التشریع کہ مطلق نبوت تو نہیں اُٹھی صرف نئی شریعت
والی نبوت منقطع ہو گئی۔

پھر عبد الکریم صاحب جیلی نے انسان کامل صفحہ ۶۳ پر لکھا ہے:- نبوة التشریع
انقطعت بمحمد صلعم +

(فقط خاکسار ظہور حسین قادیان)

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ کا ارشاد سن رائز کے متعلق

جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء کے موقعہ پر سولہ سترہ ہزار حاضرین کو مخاطب فرماتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے
سن رائز (انگریزی اخبار مہینے میں دو بار) کی اہمیت جتلائی۔ اور فرمایا کہ سن رائز خوب کام کر رہا ہے اور اسکی اشاعت
اپنے اور غیر احمدی نوجوانوں اور دیگر انگریزی خوانوں میں بڑھانا نہایت ضروری ہے کیونکہ ہمیں عام اسلامی مفاد کی ترقی ہوتی ہے۔
جبتک اسکی اشاعت پورے دس ہزار نہ ہوگی۔ موجودہ قیمت پر یہ علیحدہ ایڈیٹوریل سٹاف کے ساتھ چل نہیں سکیگا۔ موجودہ صورت
میں تو کام آنریری ہو رہا ہے پس احمدی احباب کو چاہیئے کہ وہ اسکی توسیع اشاعت کے متعلق خاص کوشش فرمائیں۔ اور فرمایا کہ ہر صوبہ
پر ایک خاص تعداد ڈال دیجائے کہ اتنے خریدار مہیا کر کے دینا انکا فرض ہے:- مثلاً صوبہ پنجاب دو ہزار۔ بنگال دو ہزار
بہار اڑیسہ ایک ہزار۔ بمبئی ایک ہزار۔ مدراس ایک ہزار۔ سرحدی ایک ہزار۔ دکن ایک ہزار
سن رائز کی قیمت دو روپے سالانہ ہے اور طلباء کیلئے ایک روپیہ۔ پس اپنے قرب و جوار کے طلباء ہائی سکول اور کالجوں اور رد کلاؤ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے

(خلاصہ تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۲۷ء از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ میرے اپنے الفاظ میں)

تمہید

بہت سے لوگ روحانی بینائی نہ رکھنے کے باعث ٹھوس اور مادی کام کو ہی کام سمجھتے ہیں۔ اور اس بناء پر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق نہایت تعجب سے پوچھتے ہیں۔ کہ آپ نے آ کر دنیا میں کیا کام کیا۔ کس ملک میں مسلمانوں کی سلطنت قائم کی اور کتنے غیر مسلموں کو مسلمان بنایا؟ ایسے لوگوں کو سب سے پہلے یہ سوچنا چاہیے۔ کہ حضرت مسیحؑ۔ زکریاؑ۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے کیا کام کیا؟ حضرت یوسفؑ کا ایسا مادی کام کونسا ہے؟ ہندو غور کریں کہ کرشنؑ اور رامچندرؑ نے کیا کام کیا؟ یہودی اور عیسائی سوچیں کہ اسحٰقؑ اور یرمیاہ نے کیا کام کیا تھا؟ غرض تمام غیر شرعی نبیوں کے متعلق ٹھوس کام دیکھنے والوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں۔ ان کا کام ان کی زندگی میں محض عقلاً دکھلایا جا سکتا ہے۔ بعض اوقات کئی صدیوں کے گذرنے پر ان کے بیج کا پھل پیدا ہوتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کے کاموں کو اس نظر سے دیکھنے والوں کو چاہیئے کہ پہلے ان نبیوں کے کام بتلا دیں اور پھر ہم سے مطالبہ کریں۔

چیلنج

حضرت مسیح موعودؑ حضرت مسیح ناصری کے مثیل ہیں۔ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ حضرت مسیح ناصری کے کاموں کے مقابل پر حضرت مسیح موعودؑ کے کام اتنے ہیں۔ کہ ان کے ایک ایک کام کے بالمقابل حضرت اقدسؑ کے سو سو کام پیش کر سکتا ہوں۔ حضرت مسیح ناصریؑ کے ایک معجزہ کے مقابل پر سو معجزات حضرت مسیح موعودؑ کے پیش کرنے کا میں ذمہ دار ہوں۔ مسلمان وہ کام قرآن پاک سے پیش کریں اور عیسائی اناجیل سے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے کام

میں ان حقیقی اور روحانی کاموں کو چھوڑتا ہوں کیونکہ وہ ایمان اور اعتقاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں آج وہ کام بتاؤنگا جو مادی کاموں کے قریب قریب ہیں۔ اور میں ان کاموں کو پندرہ حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ہر ایک حصہ میں پھر کئی کئی کام ہیں۔

پہلا کام } **خدا تعالیٰ کا یقینی ثبوت اس کی صفات کے ذریعہ پیش کیا۔** اور اسکی صفات کو نئے نشانات اور معجزات سے مرتبہ یقین تک پہنچایا۔ ہم خدا تعالیٰ کی مالکیت، خالقیت اور قادر مطلق ہونے کو اپنے مشاہدہ کی بناء پر تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ ہم نے اپنی آنکھوں ان صفات کو کام کرتے دیکھا ہے۔ ایک زمانہ ہوا پہلے حضرت اقدسؑ نے اپنا الہام شائع فرمایا۔ "دنیا میں ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کریگا" اس کی صداقت نے اللہ تعالیٰ کی صفت عالم الغیب کو ثابت کر دیا۔ مَیں نے اس مضمون کو اپنی کتاب احمدیت میں بیان کیا ہے۔

دوسرا کام کام کرنے والی ایک جماعت کو پیدا کر دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے آنے سے پیشتر مسلمانوں پر یاس و ناامیدی چھا چکی تھی۔ ان کے دل اپنی کامیابی سے مایوس ہو چکے تھے۔ اور جب کسی قوم میں امید باقی نہ رہے۔ تو اس کی کام کرنے کی قوتیں جاتی رہتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر تائیدات الٰہیہ کے ذریعہ قلوب کو امید سے بھر دیا اور ایک ایسی جماعت قائم کر دی جو باوجود قلیل التعداد اور غریب ہونیکے وہ کام کر رہی ہے۔ جو دنیا کی حکومتوں سے نہ ہو سکا۔

تیسرا کام صفات باری تعالیٰ کے متعلق لوگوں کے خیالات میں جو فساد پیدا ہو گیا تھا اس کو دُور کیا۔ صفات باری تعالیٰ میں جو فساد پیدا ہوا اسکی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

اوّل۔ شرک جلی و خفی۔

دوم۔ اللہ تعالیٰ کو محض علۃ العلل اور بے ارادہ سمجھا جاتا تھا۔

سوم۔ وہ دنیا کا خالق نہیں۔ دُنیا آپ ہی آپ ہے۔

چہارم۔ رحم باری کا انکار۔

پنجم۔ صفات الٰہیہ کے دائرہ کو تنگ کیا جاتا تھا۔ مثلاً یہودی کہتے تھے۔ کہ سات ہزار سال کیلئے ہی خالق ہے۔

ششم۔ امکانِ قدرت کی بحث میں پڑ کر امکان کذب باری کا بھی اعتقاد کیا جاتا تھا۔

ہفتم۔ قانون قدرت بنا کر فارغ ہو بیٹھا ہے۔ اسی بناء پر دعا کو بھی فضول سمجھتے تھے۔

ہشتم۔ صفات الٰہیہ میں تضاد دیکھ کر ان کے اجراء اور موقع کو نہ جانتے تھے۔ مثلاً ارحم الراحمین اور شدید العقاب کے اجراء کا مطلب نہ سمجھتے تھے۔

نہم۔ وحدۃ الوجود کا اعتقاد۔

دہم۔ خدا کو محدود قرار دیا جاتا تھا کہا جاتا تھا۔ کہ وہ مجسم عرش پر بیٹھا ہے۔

یازدہم۔ خدا کی طرف توجہ ہی نہ تھی۔

شرک کا ازالہ اور توحیدِ کامل علماء اسلام تین قسم کا شرک مانتے تھے۔ (۱) بتوں وغیرہ کا پوجنا (۲) خدائی صفات غیر اللہ میں ماننا۔ (۳) اشیاء پر اتکال (بھروسہ) یہ آخری قسم روحانی لوگوں کے نزدیک شرک تھی۔ مگر حضرت اقدس نے توحید کی تعریف میں اور بھی بلندی اختیار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فرمائی۔ پہلے اولیاء نے توحید کی تعریف میں کہا ہے۔ کہ تمہارا ہر چیز میں خدا کو دیکھنا توحید ہے۔ حضرت اقدس ؑ نے فرمایا کہ بے شک یہ اچھی تعریف ہے۔ مگر پھر وہ انسان کا اپنا تصور ہے۔ اصل اور کامل توحید یہ ہے۔ کہ خود خدا تم اپنے بندہ کے لئے ہر چیز میں اپنی جلوہ نمائی کرے۔ پس کامل موحد وہ نہیں جو ہر چیز میں خدا تعالیٰ کا تصور پاتا ہے، بلکہ وہ ہے۔ جس کے لئے خود خدا ہر چیز میں ہو کر نمودار ہو۔ اور ان دونو تعریفوں میں اپنے ذہنی تصور اور واقع کا فرق ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو توحید پیش فرمائی ہے۔ وہ عملی توحید ہے۔ یہی توحید ہے جس سے گناہ بھسم ہو جاتے ہیں۔ اس توحید کے ماننے کے لئے ہم مجبور ہیں ورنہ ہماری زندگیاں تباہ ہو جائینگی۔ اس توحید کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ مومنوں کو کائنات عالم پر غور کرتے ہوئے خدا سامنے آجاتا ہے۔ اور انسان اس کو مخاطب کر لیتا ہے اور ھذا کا اشارہ کرتا ہے۔ یہ وہ کامل توحید ہے جسکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کیا ہے۔

حضرت اقدس نے مندرجہ بالا فسادات کیلئے ایک جامع قانون بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنی صفات پر قیاس مت کرو۔ اور اسکی کسی ایک صفت پر غور کرتے وقت یہ ضرور دیکھ لیا کرو۔ کہ وہ مطلب نہ لیا جائے جو دوسری صفات سے ٹکرا جائے اور اس پر کسی ایسے فعل کو وارد مت سمجھو۔ جو اسکی کسی صفت کے مخالف ہو۔ مثلاً اس پر فنا کا آنا اسکی صفت بقاء کے منافی ہے لہذا یہ محال ہے وھلم جرًا۔

دُعا کے انکار کے جواب میں حضرت اقدس ؑ نے فرمایا۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک قانون بنا دیا ہے مگر اسی قضاء و قدر میں ایک قانون یہ بھی ہے کہ جب بندے دعا مانگیں تو انکی سُنی جائیگی۔

غرض ان تمام فسادات کا آپ نے مکمل علاج فرمایا جو بالتفصیل آپ ؑ کی کُتب میں درج ہے۔

چوتھا کام } کلام الٰہی کی حقیقت کو دنیا پر ظاہر کیا۔

الف حضرت اقدس ؑ کی آمد کے وقت الہام کے متعلق لوگوں میں چھ وسوسے تھے۔

(۱) الہام یا رحمانی ہوتا ہے یا پھر شیطانی۔

(۲) الہام صرف نیک کو ہی ہو سکتا ہے۔

(۳) الہام لفظی نہیں ہو سکتا۔

(۴) الہام اور خواب کیفیت دماغی کا نتیجہ ہے۔

(۵) الہام ذہنی ترقی میں مانع ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۶) اب الہام بند ہے۔

الہام کے اقسام } حضرت اقدسؑ نے ان سب کا ازالہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ پہلا وسوسہ محض دھوکہ ہے۔ الہام کی اصل تقسیم یوں ہے۔ (۱) سچا الہام (۲) جھوٹا الہام۔ اور پھر ان میں ہر دو کی آگے شاخیں ہیں:-

سچے الہام کی شاخیں }
(۱) آسمانی۔
(۲) شیطانی۔
(۳) نفسانی۔

پھر آگے آسمانی کے سات اقسام ہیں (۱) انبیاءؑ کی وحی یقینی (۲) اولیاء کی مصفّٰی وحی (۳) سالکوں کی وحی اصطفائی۔ جو انکے مقرب ہونیکی علامت ہوتی ہے۔ (۴) سالکوں کی ابتدائی وحی۔ جو انکی ابتدائی حالت میں ان کے تجربہ کے لئے نازل ہوتی ہے (۵) حریص مومن کی وحی جسے جبیری بھی کہتے ہیں جو اسکی خواہش کو پورا کرنے کیلئے کردیجاتی ہے۔ (۶) عام سعید لوگوں کی وحی ارشادی۔ (۷) طفیلی وحی جو دشمن اور بدکار لوگوں کو ہوتی ہے۔

میں نے سچے الہام کی اقسام میں شیطانی وحی بھی درج کی ہے۔ کیونکہ وہ بھی بعض دفعہ سچ ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ آیت خطف الخطفة اور الّا من استرق السمع سے ثابت ہے اسی طرح سے نفسانی وحی بھی بعض اوقات سچی ہوجاتی ہے۔ جبکہ وہ طبعی ہو مثلاً بیماری کے متعلق پہلے سے خبر ہوجانا یہ امور محسوسہ کے متعلق ہوتی ہے۔ ایک کافی عرصہ پہلے بدن میں خاص تغیر شروع ہوجاتا ہے۔ یہ اسکے ماتحت ہوتی ہے۔ یا پھر وہ نفسانی وحی ایسے امور علمیہ کے متعلق ہو۔ جو ایک لمبے غور اور سوچ کے نتیجہ میں اچانک پیدا ہوجاتے ہیں تیسری اتفاقی خواب بھی سچی ہوجاتی ہے۔

جھوٹے الہام کی اقسام } جھوٹا الہام بھی کئی قسم کا ہوتا ہے (۱) شیطانی (۲) نفسانی۔ پھر نفسانی الہام یا تو تغیر دماغ سے ہوتا ہے جیسے وسوسے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یا پھر انسان کی خواہش و آرزو کے نتیجہ میں ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ہر طبقے کے لوگوں کو الہام ہوسکتا ہے۔ مثلاً ایک بدکار کو بھی کسی وقت الہام ہوسکتا ہے مگر وہ الہام ان کی روحانیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اور نبیوں کے الہام کو دیگر اقسام الہام سے نمایاں امتیاز ہوتا ہے۔ کیونکہ قدرت الٰہی اسکی تائید میں انکے شامل حال ہؤا کرتی ہے۔

عدم لفظی کا جواب } جو لوگ لفظی الہام کے قائل نہ تھے۔ ان کے جواب میں اوّل تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مشاہدہ کو پیش فرمایا۔ دوسرا جواب آپ نے یہ دیا۔ کہ دنیا میں لاکھوں انسان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہتے نظر آئینگے کہ ہم نے کوئی آواز سنی مگر وہاں پر بظاہر کوئی وجود آواز دینے والا نظر نہ آتا تھا۔ جسے لوگ ہاتف غیبی کی آواز کہتے ہیں۔ تو کیا نبی خدا کی آواز کو نہیں سن سکتے۔ غرض جس طرح ایسی آوازوں کا آجانا ممکن ہے ویسے ہی لفظی الہام ہو جانے میں بھی کوئی عقلی محال لازم نہیں آتا۔ سوم آپ نے فرمایا۔ کہ نبی کو ایسی بان میں بھی الہام ہو جاتا ہے جسکو وہ نہیں جانتا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ لفظی الہام نہ صرف ممکن ہے بلکہ ہوتا ہے۔ باقی خدا کو بولنے کیلئے زبان کی ضرورت نہیں جس طرح دنیا بنانے کیلئے اسے ہاتھوں کی احتیاج نہ تھی۔ چہارم آپ نے فرمایا۔ کہ اگر لفظی الہام نہ ہو تو یقین کامل پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ محض تصورات اور قلبی خیالات کو کیونکر یقینی طور پر منجانب اللہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

الہام محض دماغی کیفیت کا نتیجہ نہیں!

اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ الہام بعض اوقات دماغی کیفیت کا بھی نتیجہ ہوتا ہے جیسا کہ اقسام الہام میں اوپر بیان ہو چکا ہے لیکن نبیوں کے الہامات کو دماغی کیفیت کا نتیجہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اوّل۔ کیونکہ ان کے الہام ایسے علوم پر مشتمل ہوتے ہیں جن کو دماغ انسانی نہیں بتا سکتا۔ مثلاً ان میں امور غیبیہ پر اطلاع دی جاتی ہے۔ اور یہ اطلاع کسی صورت میں بھی دماغی کیفیت کا نتیجہ قرار نہیں دی جا سکتی۔ دوم۔ الہام بہترین دماغ والوں کو ہوتا ہے۔ وہ کسی عارضہ یا جنون کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ جنون وغیرہ بڑھاپے میں ترقی کر کے انسان کو بالکل بدحواس کر دیتے ہیں۔ مگر یہاں پر معاملہ برعکس ہے۔ کیونکہ انبیاءؑ کے علوم زیادہ عمر کی وجہ سے اور بھی ترقی کرتے جاتے ہیں۔

الہام ذہنی ترقی میں مانع نہیں

الہام عقل کی بلند پروازیوں کو روکنے والا نہیں بلکہ انکو صحیح مسلک تک چلانیوالا ہے روحانی سلسلہ میں عقل کا کوئی مددگار ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ دنیوی امور میں تجربہ اس کا معاون ہے۔ اور وہ مددگار الہام ہے۔ تجربہ ہی روحانی امور میں مددگار نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ روحانی زندگی اصل مقصود ہے۔ اور تجربہ کی صورت میں لاکھوں انسان تجربہ کرتے کرتے ہی جہنّم میں چلے جاتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے رحم فرما کر الہام کے ذریعہ سے عقل کی رہنمائی کی۔

الہام بند نہیں

لوگ خیال کرتے تھے۔ کہ اب الہام بند ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ غلط ہے۔ کیونکہ الہام کی ضرورت موجود ہے۔ پس اس کا وجود ضروری ہے۔ آپ نے الہام کے جاری ہونیکے لئے حسب ذیل وجوہات پیش فرمائے:۔

(۱) الہام ایک نعمت ہے۔ اور اس کا بند ہونا ایک عذاب ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی نعمت کو بلاوجہ بند نہیں فرماتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۲) ہم یہ مانتے ہیں۔ کہ قرآن مجید مکمل شریعت ہے۔ اب اسکے بعد کسی شریعت کی ضرورت نہیں اسلئے اب شریعت والا الہام نہیں ہو سکتا۔ مگر شریعت کے علاوہ بھی الہام ہوتا ہے۔ تاکہ یقین کامل پیدا ہو۔ اور یقین کامل کی ہر زمانے میں ضرورت ہے۔

(۳) الہام معارف پر آگاہ کرتا ہے ایک منٹ میں روحانی علوم بتا دیتا ہے۔ قرآن مجید کے فہم کے لئے بھی الہام کی ضرورت ہے۔

(۴) الہام کی ایک غرض خدا تعالیٰ کا اپنے بندہ سے "اظہار محبت" کرنا بھی ہے۔ اسلئے سلسلہ الہام کا جاری رہنا از بس ضروری ہے۔

(۵) اگر اب الہام بند مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کی تکلم میں تعطل ماننا پڑیگا۔ جو ایک نقص ہے۔

تعطل صفات باری اور حضرت اقدس ؑ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صفات باری میں جو تعطل میعادی مانا ہے وہ بالشرط ہے یعنی جو دو صفات آپس میں متضاد واقع ہوں۔ انکے ظہور میں میعادی تعطل ہو سکتا ہے۔ مثلاً وحدت اور خلق کا دوران میں تعطل میعادی ہو گا۔ کیونکہ آپسمیں متضاد ہیں مگر الہام سے کوئی صفت متضاد نہیں۔ اس لئے اس میں تعطل میعادی بھی نہیں ہو سکتا۔ الہام ہمیشہ ہوتا ہے ہر وقت اور ہر منٹ میں ہوتا ہے۔ کوئی دن نہیں چڑھتا جب سینکڑوں انسانوں کو خواب یا الہام نہ ہو۔ باقی سننے کیلئے کان چاہئیں۔

(۶) پھر الہام انسان کا ایک فطری تقاضا ہے۔ انسان اپنے محبوب کی آواز سننے کیلئے بے تاب ہوتا ہے۔ اس لئے الہام جاری رہنا چاہیئے۔

(ب) کلام الٰہی کی حقیقت کی دوسری شق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان غلطیوں کو دور کیا۔ جو قرآن مجید کے متعلق لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئی تھیں۔ اور وہ غلطیاں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) **تبدیلی اور تغیر کا عقیدہ**۔ بعض لوگ کہتے تھے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ نے کچھ حصہ غائب کر دیا ہے۔ یا کم از کم تبدیلی کر دی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسکی تردید فرمائی۔ اور کیا ہی زبردست دلیل دی ہے۔ فرمایا۔ کہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ میں مکمل شریعت ہوں۔ اگر حضرت ابو بکرؓ یا کسی اور نے اس کا کوئی حصہ کم کیا ہے تو اسکے معنی لازماً یہ ہونگے۔ کہ اب یہ ناقص شریعت ہو۔ مگر کوئی روحانی، اخلاقی، تمدنی یا علمی ضرورت ایسی نہیں۔ جس کا جواب قرآن پاک میں موجود نہ ہو۔ پس ماننا پڑیگا۔ کہ کوئی سورہ یا آیت غائب نہیں ہوئی ورنہ قرآن پاک نامکمل ہوتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۲) **قرآن کریم میں ناسخ منسوخ کا عقیدہ۔** حضرت مسیح موعودؑ نے بتلایا کہ یہ بالکل غلط ہے کہ بعض آیات منسوخ ہیں۔ اور آپ نے ان منسوخ کردہ آیات میں سے نکات و معارف پیش کیے۔ لوگوں نے محض اپنے عدم فہم کے باعث ان کو منسوخ قرار دیا تھا۔ اور ان معارف کی موجودگی میں کوئی انہیں منسوخ نہیں مان سکتا۔

(۳) **فہم قرآن گذشتہ قرون میں ختم ہوگیا ہے۔** قرآن مجید کے متعلق یہ خطرناک اعتقاد تھا۔ آپ نے اسکے جواب میں اپنی ذات کو بیان معارف اور فہم قرآن کے لئے پیش کیا۔ بلکہ بڑے زور سے اعلان فرمایا کہ اسکے اسرار و معارف غیر متناہی ہیں۔ آپ نے آیات اذا العشار عطلت و اذا الوحوش حشرت وغیرہما میں بے نظیر معارف بتلا کر اس غلط خیال کی تردید فرمائی۔

(۴) **قرآن پاک میں عدم ترتیب کا عقیدہ۔** لوگ اپنی کم فہمی کے باعث یہ نہ مانتے تھے۔ کہ قرآن مجید میں لفظ کے ساتھ لفظ اور آیت کے ساتھ آیت کی ترتیب ہے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن پاک میں لفظی و معنوی ترتیب کا دعویٰ کیا اور اسکو ثابت کرکے دکھا دیا۔ تقدیم و تاخیر کے مدعیوں سے آپ نے کہا۔ کہ مانا کلام میں تقدیم و تاخیر جائز ہوا کرتی ہے۔ مگر بتلاؤ کہ ترتیب رکھنا اعلیٰ ہے یا تقدیم و تاخیر۔ جس کے جواب میں ہر شخص کو یہی کہنا پڑیگا۔ کہ ترتیب ہی اعلیٰ ہے بس خدا تعالیٰ کے کلام میں ترتیب ہی ہونی چاہیئے۔

(۵) **قرآن مجید میں تکرار بتلایا جاتا تھا۔** حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا رد کیا اور فرمایا۔ کہ ہر لفظ نیا واقعہ اور نیا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ آپ نے قرآن مجید اور سورہ فاتحہ کو پھول سے تشبیہ دی ہے۔ کیا پھول کی پتیوں میں تکرار بتلایا جاتا ہے۔ بلکہ پھول کا حسن ہی ہر پتی کی علیحدہ موزونیت سے ہے۔ پھر آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ "سارا قرآن مکرر وجود بنتا ہے۔" تو کیا اب دو آنکھوں کا ہونا۔ بتیس (۳۲) دانتوں کا ہونا بے شمار بالوں کا ہونا یہ سب تکرار میں داخل ہیں۔ کیوں معترض ان سب کو صرف ایک ایک ہی نہیں رکھتا۔ پس یہ اعتراض اور خیال بھی غلط ہے۔

(۶) **پہلے قصص محض عبرت کے لئے آئے ہیں۔** یہ بھی بہت خطرناک عقیدہ ہے۔ کیونکہ کل کو کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ رامچندر اور کرشن کا قصہ بھی داخل کرلو۔ اس سے بھی عبرت حاصل ہوتی ہے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ وہ سب آیندہ اُمت محمدیہ کیلئے پیشگویاں ہیں۔ اب اس عقیدہ کی موجودگی میں کوئی اور قصہ داخل نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ہم نہیں جانتے۔ کہ وہ قصہ بھی پیشگوئی ہے یا نہیں قرآنی قصص اپنے اپنے موقعہ پر پورے ہو رہے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ سے نملہ کا واقعہ ہارون الرشید کو پیش آچکا ہے۔

(۷) **تاریخ اور سائنس کے خلاف باتیں ہیں۔** نئے تعلیم یافتہ لوگ اس اثر کے نیچے آچکے تھے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سرسیدؒ نے بھی یہاں تک لکھدیا تھا۔ کہ قرآن مجید میں خطابیات بھی ہوتی ہیں۔ مگر پھر امان اُٹھ جائیگا۔ کون فیصلہ کریگا کہ یہ خطابیات میں ہے یا نہیں۔ ایسا ہی سائنس کے خلاف بعض باتوں کو سمجھا جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان دعووں کی پرزور تردید فرمائی۔ آپ نے بتلایا۔ کہ قرآن خدا کا قول ہے اور سائنس اس کا فعل۔ خدا کے قول اور فعل میں مخالفت نہیں ہو سکتی اگر کسی جگہ تضاد نظر آئے تو یا خدا کے قول کو سمجھنے میں لوگوں کو غلطی لگی ہے یا پھر اسکے فعل کو درست نہیں سمجھا گیا۔

(۸) **قرآن پاک میں بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بے فائدہ آجاتی ہیں۔** حضرت اقدسؑ نے اسکی تردید فرمائی لوگ تو کشفت عن ساقیھا "(اس عورت نے اپنی پنڈلیاں ننگی کیں) کے واقعہ کو ایک معمولی بات بلکہ حضرت سلیمانؑ کا ایک عیب بتلاتے تھے۔ مگر حضرت صاحبؑ نے اس واقعہ کو یوں تعبیر کیا۔ کہ بلقیس چونکہ سورج کی چمک دمک اور روشنی کے باعث اسکی پرستار ہو گئی تھی اور اصل منبع ضیاء (ذات باری) کو بھول گئی تھی۔ اسلیئے حضرت سلیمانؑ نے اس کو سمجھانے کیلئے نہر پر شفاف شیشے لگوا دیئے اور اس نے پانی سمجھ کر کپڑا اُٹھایا۔ مگر جب اس نے نظر کی غلطی معلوم ہوئی تب سے اسکو شمس کی بجائے خالق شمس کے سامنے سجدہ کرنے کی توفیق ملی۔ اب اس نقطۂ نگاہ سے یہ آیت کسقدر اہم اور ذی شان ہے۔

(۹) **قرآن مجید کے بہت سے دعاوی بے دلیل ہیں۔** آپ نے اس کا بھی ردّ فرمایا۔ اور کہا کہ قرآن پاک کے ہر دعوی پر دلائل قاطعہ قائم ہیں بلکہ قرآن مجید ہر ایک دعوی کی دلیل خود دیتا ہے وہ ہمارے دلائل کا محتاج نہیں۔ حضرت صاحبؑ نے تمام اہل مذاہب کے سامنے اس معیار کو رکھا۔ کہ وہ اپنی الہامی کتاب سے ہی دعوی اور اسمیں سے ہی دلیل پیش کریں۔ اس معیار سے سب مذہب مر گئے۔ جنگ مقدس کے مباحثہ میں حضورؑ نے اسی طریق کو اختیار فرمایا تھا۔

(۱۰) **علوم یقینیہ کے خلاف تعلیم دیتا ہے۔** مثلاً آیت والسّماء ذات الرجع پر اعتراض کیا گیا۔ کہ اوّل تو آسمان کا وجود ہی نہیں پھر اس کا چکر کھانا چہ معنی دارد؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ لغت سے ناواقفی کا نتیجہ ہے۔ السماء کے معنی بادل اور الرجع کے معنی بار بار۔ کہ بادلوں کا عند الضرورت بار بار برسنا ضرورت الہام کا گواہ ہے۔ گویا فرمایا کہ اجرام فلکیہ کی تاثیرات اور زمین کے تاثرات (والارض ذات الصدع) گواہ ہیں کہ انسانوں کو اس کلام کی ضرورت ہے۔

بعض مسلمان سمجھتے تھے۔ کہ ٹھوس آسمان ہے اور اسمیں یہ ستارے جڑے ہوئے ہیں حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ کہ ٹھوس آسمان نہیں اور یہ ستارے اپنے اپنے دائرہ میں کام کر رہے ہیں۔ کلٌ فی فلکٍ یسبحون۔

خلق منہا زوجہا سے یہ سمجھا جاتا تھا۔ کہ مرد کی پسلی سے عورت کو پیدا کیا۔ آپ نے بتلایا اس سے مراد یہ ہے کہ مرد کا ہم جنس اور ہم جذبات پیدا کیا۔ یعنی مرد اور عورت کے جذبات برابر ہیں۔ پہلا مفہوم ایک معمولی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو بات اور خلاف عقل ہے۔ لیکن دوسرا مفہوم تمدن کا بنیادی اصل ہے۔ اسمیں عورت کی حیثیت کو کتنا بلند کیا گیا ہے۔
ایسا ہی فی ستۃ ایام پر اعتراض کیا جاتا تھا۔ آپؑ نے فرمایا۔ کہ چھ دن مراد ہیں مگر یہ دن رات مراد نہیں۔
کیونکہ یہ تو زمین آسمان سورج چاند کے بننے کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ باقی خدا کا یوم پچاس پچاس ہزار سال کا بھی ہوتا ہے۔
(۱۱) لوگوں نے تفسیریں تو کیں مگر اصول تفسیر بیان نہ کیئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اصول تفسیر بیان فرمائے
اور وہ حسب ذیل بارہ (۱۲) اصول ہیں:۔

اوّل۔ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا راز ہے۔ وہ صرف تعلق رکھنے والوں پر کھولا جاتا ہے اسلئے خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو۔
دوم۔ قرآن پاک میں ترتیب مضامین ہے۔ اس بات کو نظر انداز کر کے مت تفسیر کرو۔ سوم۔ قرآن مجید کا کوئی لفظ زائد
نہ ہوگا بامعنی ہوگا۔ چہارم۔ جو لفظ قرآن مجید میں ہے اسکی جگہ کوئی دوسرا مترادف نہیں رکھا جا سکتا۔ (اس سے
لغت کی کامل تحقیقات اور باریک بینی کی ضرورت بتلائی) پنجم۔ ہمیشہ سیاق و سباق کو مدّ نظر رکھو۔ ششم۔
قرآن مجید ہر دعویٰ کی دلیل خود دیتا ہے اسلئے جہاں کوئی دعویٰ نظر آئے اس جگہ دلیل بھی تلاش کرو۔ ہفتم۔
قرآن کریم کی شان یہ ہے کہ اس کی ایک آیت دوسری کی تفسیر کرتی ہے۔ "یفسّر بعضہ بعضاً" اسلئے
اگر کسی جگہ نامکمل مضمون یا بظاہر خلاف عقل دیکھو تو دوسری جگہ تلاش کرو ضرور مل جائیگا۔ ہشتم۔ قرآن
پاک میں تکرار نہیں۔ نہم۔ قرآن پاک میں قصّے نہیں۔ دہم۔ کوئی حصّہ منسوخ نہیں۔ یازدہم۔ خدا کا کلام
اور اسکی سنّت مخالف نہیں ہوتے۔ دوازدہم۔ قرآن کریم کی سورتیں بمنزلہ اعضاء انسانی کے ہیں۔ اس کے
مطالب پر نظر کرو تو اجمالی طور پر سارے قرآن کریم پر نظر کرو۔ یہ اصول ہیں جو آپؑ نے بیان فرمائے تا انکی روشنی
میں تفسیر کی جائے۔

(۱۲) قرآن کریم کو حدیث کے تابع کرتے تھے۔ لوگ کہتے تھے۔ کہ قرآن بغیر حدیث کے حل نہیں ہو سکتا۔ اسکی
وہ تفسیر کرنی چاہیئے جو حدیث میں لکھی ہو۔ بلکہ بعض حدیثوں کے ذریعہ آیات قرآن کو منسوخ قرار دیا جاتا
تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ یہ غلط ہے بلکہ حدیث قرآن مجید کے تابع ہے۔ یہ نہیں کہ قرآن کے
وہ معنی کرینگے جو حدیث میں ہیں۔ بلکہ ہم اس حدیث کو ہی صحیح مانیں گے جو قرآن مجید کے مطابق ہوگی۔
(۱۳) قرآن محض مجمل کتاب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسکے مفصل اور مشرح کتاب ہونیکا دعویٰ
فرمایا۔ اور اسکو خود قرآن مجید سے ثابت کیا۔
(۱۴) بعض تعلیموں کو وقتی اور قابل تبدیل مانا جاتا تھا۔ امیر علی وغیرہ نے تو نماز وغیرہ کو بھی معاف کرنیکی اجازت
دیدی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ قرآن مجید کا کوئی شوشہ بھی ٹل نہیں سکتا۔ کوئی حکم وقتی نہیں
سوائے اسکے جسے خود قرآن وقتی قرار دیدے۔ یعنی قرآن مجید میں موجود ہو۔ کہ یہ کام فلاں وقت کرنا ہے اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فلاں وقت نہیں کرنا۔ باقی سب تعلیمات ہر زمانے کے لئے ہیں۔

(۱۵) قرآن مجید کی طرف سے توجہ ہٹ گئی تھی۔ اس بے التفاتی کا یہ عالم تھا۔ کہ عربی مدارس میں بھی صرف نحو پر زور رہا ہوتا تھا۔ قرآن مجید کا ترجمہ تک نہ پڑھایا جاتا تھا۔ حضرت صاحب نے ہی قرآن مجید کو قرآن (کثرت سے پڑھا جانیوالا) کر کے پیش فرمایا۔ حضرت اقدس سے پیشتر بہت سے مسلمان شاعر گذرے ہیں اور انہوں نے بہت نعتیں کہی ہیں۔ مگر قرآن مجید کی تعریف میں ان کے شعر نظر نہیں آتے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ہی پہلے فرمایا:- ؎

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے * قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

مولوی ثناء اللہ صاحب جیسا متعصب بھی عند الضرورت حضرت مسیح موعودؑ کے ہی یہ شعر پڑھتا ہے۔

پانچواں کام۔ ملائکہ کے متعلق غلطی دور کی۔ ملائکہ کے متعلق لوگوں میں تین بڑی غلطیاں تھیں جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے درست کیا۔

پہلی غلطی اور اس کی اصلاح لوگ فرشتوں کے وجود کے منکر تھے۔ انسانی قویٰ کا نام فرشتے رکھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ خدا کو خارجی فرشتوں کی کیا ضرورت ہے۔ اس سے وہ محتاج ثابت ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جس طرح پیٹ بھرنے کیلئے روٹی اور پیاس بجھانے کیلئے پانی ذریعہ قرار دیا گیا۔ اور اس سے خدا کی احتیاج نہ ثابت ہوئی۔ تو اگر اس نے اپنے الہام کیلئے فرشتوں کو ذریعہ مقرر کر لیا تو وہ اس سے محتاج کیسے بن گیا۔ نیز آپ نے فرمایا۔ کہ ترقیات کیلئے فرشتوں کا وجود از بس ضروری ہے۔ باریک در باریک تحقیق ہوتے علوم نکل آتے ہیں۔ آخری وجود ان ذرات کی کڑی کو سنبھالنے والا بالارادہ چاہیئے تاکہ ذہنی قوتیں ترقی کرتی جائیں۔

دوسری غلطی اور اس کی اصلاح فرشتے مجسم ہو کر آتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا یہ بالکل غلط ہے۔ فرشتوں کا آنا انکے تصرف کا ہم معنی ہے وہ سب اپنی جگہ پر رہ کر اپنے سب کام کرتے ہیں۔ جبرائیل اپنی جگہ پر رہتا ہوا الہام کرتا ہے۔ عزرائیل اپنے مقام پر ہوتے ہوئے مختلف اشخاص کی ارواح قبض کرتا ہے غرض انکے نزول سے ان کا تصرف مراد ہوتا ہے۔

تیسری غلطی کی اصلاح مسلمانوں میں بھی یہ خیال رائج ہو چکا تھا۔ کہ فرشتے گناہ بھی کر لیتے ہیں۔ ابلیس کو بھی پہلے فرشتہ قرار دیا جاتا تھا۔ جو سرکش ہو گیا۔ ہاروت و ماروت کا قصہ۔ حضرت اقدسؑ نے اسکی تردید کی اور فرمایا۔ کہ فرشتوں میں تو بدی کی قوت ہی نہیں رکھی گئی۔ انکی تو شان ہی یفعلون ما یؤمرون ہے۔ نیز بتلایا۔ کہ ہاروت و ماروت کا فرضی قصہ بالکل غلط ہے۔ ابلیس کے متعلق اللہ جلشانہ نے فرمایا ہے کان من الجن کہ وہ جنوں میں سے تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چھٹا کام ۔ انبیاءؑ کے متعلق غلط خیالات کا ازالہ ۔

پہلی غلطی کا ازالہ عیسائی بلکہ اہل سنت والجماعت بھی عصمت انبیاءؑ کے خلاف ہیں ۔ اور انکی کتابوں میں سب نبیوں پر الزام موجود ہیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عصمت انبیاءؑ کو ثابت کیا اسکے لئے دو زبردست دلیلیں دیں ۔ اوّل ۔ انبیاءؑ خدا کے برگزیدہ اور اسکے مقربان بارگاہ ہوتے ہیں ۔ انہیں باری تعالیٰ کی معرفت کاملہ گناہ سوز ہوا کرتی ہے ۔ لہٰذا ان سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتا ۔ اور وہ معصوم ہوتے ہیں ۔ دوم ۔ نبی کی بڑی غرض یہ ہوتی ہے ۔ کہ وہ ایک پاک نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرے ۔ اگر وہ خود ہی معصوم نہیں تو نبی کی ضرورت ہی پوری نہیں ہو سکتی ۔ پس نبوت کے مقام پر کھڑا کیئے جانے والے کا معصوم ہونا ضروری ہے ۔

دوسری غلطی کا ازالہ دوسرا دھوکا یہ لگا ہوا تھا ۔ کہ نبی سے اجتہادی غلطی ممکن نہیں ۔ گویا پہلے خیال کے بالکل برعکس اور غلو سے پُر خیال تھا ۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ۔ کہ اجتہادی غلطی ہوتی ہے اور ہونی ضروری ہے ۔ (۱) کیونکہ تا یہ معلوم ہو ۔ کہ یہ کلام انکے اپنے دماغ کا اختراع نہیں بلکہ کسی کا کلام ہے ۔ کیونکہ انسان اپنے کلام کے سمجھنے میں کبھی غلطی نہیں کر سکتا ۔ جب غلطی کرتا ہے تو دوسرے کے کلام کے متعلق ہی کرتا ہے ۔ پس اجتہادی غلطی تو انکی صداقت کی دلیل اور ان لوگوں کا جواب ہے جو کہتے ہیں ۔ کہ دماغی کیفیت کا نتیجہ الہام ہے ۔ (۲) بعض دفعہ نبیوں سے خدا اجتہادی غلطی کرواتا ہے جسکی دو غرضیں ہوتی ہیں اوّل ۔ اصطفاء ۔ یعنی انکے مدارج میں ترقی ۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ کی خواب ہے جسکی بنا پر وہ بیٹا ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے ۔ اس خواب کی تعبیر میں یقیناً ابراہیم سے غلطی کروائی گئی تھی ورنہ اللہ تعالیٰ ذبح کرنے سے نہ روکتا ۔ اس غلطی سے صرف حضرت ابراہیمؑ کے اخلاص کا اظہار مطلوب تھا تا مدارج میں ترقی دیجائے ۔ دوم ۔ ابتلاء ۔ جیسے صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا ۔

خوابوں کا تعبیر طلب ہونا ہی انکے منجانب اللہ ہونیکی دلیل ہے ۔ کیونکہ دماغی اختراع یا پراگندہ ہوتا ہے یا بغیر تعبیر کے نظارہ ہوتا ہے ۔

شفاعت انبیاء کے متعلق دو غلطیوں کا ازالہ (۱) لوگ سمجھتے تھے ۔ کہ سب کی شفاعت ہو گی اس لئے گناہوں پر جرأت پیدا ہوتی تھی ۔ (۲) دوسری طرف شفاعت کو شرک اور صفات باری کے خلاف بتایا جاتا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ۔ کہ دونو باتیں غلط ہیں ۔ اور یہ غلطی محض اسلئے واقعہ ہوئی کہ شفاعت کی حقیقت پر غور نہیں کیا گیا ۔ شفاعت اذن الٰہی سے ہو گی یعنی جب باوجود پوری کوشش کے انسان میں خامی رہ جائے تو شفیع اس میں اپنی رنگت کو دیکھ کر اسکی خامی کو نظر انداز کر کے باذن اللہ اپنے ساتھ نجات کا وارث بنائیگا ۔ شفاعت کیلئے ہمرنگ ہونا ضروری ہے ۔ اسلئے شفاعت نہ شرک ہے نہ گناہ کی محرک ہے ۔ صفات باری کے بھی خلاف نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں بعض [illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر فرمایا کہ کمالات ورثہ سے آتے ہیں۔ باپ میں قابلیت ہو تو بیٹے میں آتی ہے۔ اسی طرح روحانی کمال بھی ورثہ سے آتے ہیں اور وہ شفیع کے ذریعہ سے۔ پس شفاعت دنیا میں بھی جاری ہے اور اسکا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اس نبی کے فیوض جاری ہیں۔

حضرت مسیحؑ کے متعلق چند غلطیوں کی اصلاح

اوّل۔ پیدائش کے متعلق۔ یعنی اسکو روح اللہ مانا جاتا ہے اسلئے وہ خدا کا بیٹا ہے حضرت مسیح موعودؑ نے جواب دیا۔ کہ روح اللہ تو سب میں ہوتی ہے۔ حضرت مسیحؑ کو چونکہ معاند لوگ ولد الزنا کہتے تھے۔ اس لئے روح اللہ کہکر اسکی تردید فرمائی جیسے ما کفر سلیمانُ آیا ہے۔ کیونکہ یہودی کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ آخری عمر میں کافر ہو گئے تھے۔ تو گویا اعتراض ہونیکی وجہ سے اظہار کی ضرورت پیش آئی۔ باقی حکمت اس ولادت میں یہ تھی۔ کہ تا یہود کو بتلایا جائے۔ کہ تمہاری شرارتوں کے نتیجہ میں اب نبی تمہاری قوم سے نہ ہونگے۔ اسکی ماں تو اسرائیلی ہے۔ مگر آیندہ نبی بالکل اسرائیلی نہ ہوگا۔ دوم۔ صرف مسیحؑ اور اسکی ماں ہی مس شیطان سے پاک ہے۔ اسکے جواب میں فرمایا کہ ہمارے سید و مولیٰ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ اگر میاں بیوی تعلقات کے وقت اللّٰھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا پڑھ لیا کریں تو "لم یمسّہ الشیطان"۔ جو بچہ ہوگا اسکو شیطان مس نہ کریگا۔ پس اس حدیث سے مسیحی و مریمی صفات والے لوگ مراد ہیں۔ یا پھر یہ بیان تردید الزام کے لئے آیا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا۔ سوم۔ معجزات کے متعلق غلطیاں مثلاً جسمانی مُردوں وغیرہ کو اچھا کرنا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ حقیقی مردہ کوئی انسان زندہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے۔ اسجگہ مُردوں سے مراد روحانی مُردے ہیں۔ یا قریب المرگ۔ پرندوں سے مراد مومن ہیں یا پھر یہ علم الترب کا ایک کرشمہ تھا۔ غرض ایسی ہی تمام اغلاط کو آپنے دُور فرمایا جو اسلام کے چہرہ پر بدنما داغ تھے۔ چہارم۔ لوگوں نے مسیحؑ کی تعلیم کو اعلیٰ ٹھیرایا۔ کیونکہ کمال حلم کی تعلیم ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ یہ تو ناقص تعلیم ہے اور نا قابل عمل بھی۔ محض یہود کی سنگدلی کے علاج کیلئے وقتی تعلیم تھی۔ پنجم مسیحؑ کے واقعات صلیب وغیرہ کی غلطی کو دُور فرمایا۔ آپنے خود اناجیل سے بتلایا۔ کہ مسیحؑ صلیب پر چڑھا ضرور ہے۔ مگر اسپر مرا نہیں ورنہ اسکو (نعوذ باللہ) لعنتی ماننا پڑیگا۔ آپنے یونس والے نشان کی مانند نشان سے زبردست استدلال کیا۔ کیونکہ حضرت یونسؑ زندہ ہی مچھلی کے پیٹ میں داخل ہوئے تھے اور زندہ ہی نکلے تھے۔ ششم۔ حیات مسیحؑ اور دوبارہ آمد کی غلطی کو دُور فرمایا۔ مسیحؑ کو دو ہزار سال سے یوں سنبھال کر رکھنے اور پھر نبوت سے معزول کر کے اُمت محمدیہ کی اصلاح کیلئے بھیجنے میں خود اللہ تعالیٰ کی شان پر حرف آتا ہے اور پھر اس میں آنحضرت صلعم، اُمت محمدیہ اور خود حضرت مسیحؑ کی بھی ہتک ہے۔

ساتواں کام۔ معجزات کے گر بتلائے۔ جو حسب ذیل ہیں:۔

اوّل۔ معجزہ کا ثبوت تاریخی طور پر ہونا چاہیئے یا الہامی کتاب میں درج ہو۔ دوم۔ وہ معجزہ اپنی نوعیت میں سنت اللہ کے خلاف نہ ہو۔ خواہ بظاہر اچنبھا نظر آئے۔ سوم۔ اس میں اخفاء کا پہلو بھی ہو۔ کیونکہ معجزہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایمان کیلئے ہوتا ہے۔ جب اس میں اخفاء ہی نہیں ہے تو ایمان کا کیا فائدہ؟ مگر بایں ہمہ اسکے ثبوت پر عقلی دلیل بھی ہو تاکہ لوگوں پر حجت ہو سکے۔ چہارم۔ لغو معجزہ نہ ہو۔ اس معجزہ میں کوئی فائدہ اور غرض بھی ہو۔ ان چار شرائط سے معجزات پر عائد کردہ سب اعتراضات کا ردّ ہو جاتا ہے۔ گو اس صورت میں مسلمانوں کو بھی بعض فرضی معجزات کو ترک کرنا پڑیگا۔ لیکن دوسرے مذاہب جنکی بنیاد ہی قصّوں پر ہے، بالکل مر جائینگے۔

آٹھواں کام۔ شریعت کی عظمت کو قائم کیا۔ شریعت کے متعلق قلوب میں چار وسوسے پیدا ہو چکے تھے جن کا آپنے علاج فرمایا۔ اوّل۔ شریعت کو چٹی سمجھا جاتا تھا۔ عیسائیوں نے شریعت کو لعنت قرار دیا تھا۔ تو مسلمانوں نے بھی کتاب الحیل وغیرہ بنا کر شریعت سے روگردانی کی تھی۔ حضرت اقدس نے شریعت کی حقیقت کو بتا کر۔ خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کر کے انسانوں کو شریعت کا دلدادہ بنا دیا۔ دوم۔ بعض نادان صوفی کہلانے والے کہا کرتے تھے۔ کہ شریعت راستہ ہے۔ جب منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ تو شریعت کی ضرورت نہیں بلکہ طریقت چاہیئے۔ یونہی ایک ڈھکوسلا بنا رکھا تھا۔ اور نماز روزہ سے آزاد ہو بیٹھے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا۔ شریعت کی منزل مقصود خدا تعالیٰ ہے اور وہ غیر محدود ہے۔ کوئی محدود اور مجسم وجود تو ہے نہیں۔ پس جب منزل بے انتہا ہے تو ہر وقت شریعت کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک شخص میرے (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ) پاس آیا اور پوچھا۔ کہ جب انسان کشتی کے ذریعہ سے دریا پار جانا چاہے۔ اور کشتی کنارے جا لگے تو وہ کشتی میں ہی بیٹھا رہے یا اسے چھوڑ کر اتر جائے۔ میں اسکے مطلب کو سمجھ گیا۔ میں نے کہا۔ اگر تو دریا کا کنارہ ہے تو اتر جائے لیکن اگر دریا کا کنارہ ہی کوئی نہیں تو اتر کر غرق ہی ہو گا۔ سوم دوسری طرف مبالغہ کرنیوالوں نے یہ کہا کہ آنحضرت صلعم کا ہر فعل جزو شریعت ہے۔ یونہی کسی کا پاجامہ ٹخنے سے نیچے گیا وہ کافر ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اسکی اصلاح فرمائی۔ اور بتلایا۔ کہ آنحضرت صلعم کے افعال کئی قسم کے ہیں۔ (۱) جو کام آپ خود ہمیشہ کرتے تھے اور لوگوں کو کرنیکا حکم دیتے تھے۔ وہ واجب ہے۔ (۲) جو کام آپ عام طور پر کرتے تھے اور کرنیکی تاکید کرتے تھے۔ وہ سُنّت ہے۔ (۳) جن کام کے کرنیکو پسند فرماتے تھے وہ مستحب ہے۔ (۴) جو کام کبھی کرتے اور کبھی نہ کرتے وہ دونو طرح جائز ہے۔ (۵) جن باتوں میں آپ عرب کے رواج پر عمل کرتے۔ ان میں ہمارے لئے یہی سُنّت ہے۔ کہ اپنے ملک کے لوگوں کے رواج پر عمل کریں + اب اس صورت میں ہر فعل کی علیحدہ نوعیت ہے۔ اس سے جو شریعت کا استخفاف ہوتا تھا دُور ہو گیا۔ چہارم۔ چکڑالوی وغیرہ گروہ نے شریعت محض کلام الٰہی تک محدود بتلائی تھی۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہ شریعت کے دو حصّے ہیں۔ اصولی حصّہ کلام الٰہی میں ہے۔ مگر تفصیلی حصّہ نبیوں کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ذریعہ آتا ہے تا انکی عظمت قائم ہو اور وہ اُسوہ حسنہ ہوتے ہیں۔

نواں کام۔ عبادات کے متعلق غلط خیالات کی اصلاح۔

اوّل وسوسہ۔ عبادت صرف دل سے تعلق رکھتی ہے۔ فرمایا غلط ہے۔ قانونِ قدرت سے ظاہر ہے کہ جس طرح رُوح کا اثر جسم پر پڑتا ہے۔ اسی طرح سے جسم کا اثر بھی روح پر پڑتا ہے۔ اور جسم روحانی تاثرات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ پس عبادت میں دونو کو شریک کرو۔

دوم وسوسہ۔ نماز میں دعا نہ کرنی چاہیئے۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہ نماز میں ضرور دعا کرو بلکہ اپنی زبان میں دعا مانگو تا جوش اور خشوع پیدا ہو۔

سوم وسوسہ۔ ظاہری عبادتوں کو کافی اور باعثِ نجات سمجھا گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا یہ بالکل غلط ہے۔ تم لوگوں نے گھوڑے کو تو پکڑ لیا مگر اسپر سوار محبوب سے بے پروا ہو گئے۔ ظاہری عبادتیں تو صرف ذریعہ ہیں۔ اس لئے قلبی طہارت اور پاکیزگی پیدا کرو۔

دسواں کام۔ اصول فقہ کی اصلاح۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتلایا کہ شریعت کی بُنیاد علی الترتیب مندرجہ ذیل چیزوں پر ہے۔ اوّل۔ قرآن مجید۔ دوم۔ سُنّت نبوی۔ سوم۔ حدیث جو موافق قرآن و سُنّت و عقل ہو۔ چہارم۔ تفقہ فی الدین۔ پنجم۔ لوگوں کے عادات و اخلاق پر یعنی مختلف طبیعتوں کے احساسات کو مدِ نظر رکھنا۔

ان اصولوں پر فقہ کا مرتب ہونا اسکو عملی قانون بنا دیگا یہ حضرت صاحبؑ کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔

گیارھواں کام۔ عورتوں کے حقوق کو قائم کیا۔

(۱) ورثہ میں سختی تھی۔ لڑکیوں کو وارث نہ کیا جاتا تھا۔ حضرت اقدسؑ نے اسکو دُور کیا اور اصل شریعت کے ماتحت لڑکیوں کو وارث کیا اور جماعت کو حکم دیا۔ (۲) پردہ میں ظالمانہ طریق اختیار کیا گیا تھا۔ آپؑ نے اسے دُور فرمایا۔ (۳) علم سے محروم رکھا جاتا تھا۔ آپؑ نے انکو تعلیم دلانے کا حکم دیا۔ (۴) مراعات و سلوک سے محروم تھیں۔ آپؑ نے اسکو دُور فرمایا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اپنی بیوی سے درشتی سے بول رہے تھے۔ حضرتؑ کو الہام ہوا "یہ مسلمانوں کے لیڈر عبدالکریم کو کہدو کہ یہ طریق اچھا نہیں" (۵) اختیارات نکاح (مثلاً نکاح سے پہلے لڑکے اور لڑکی کا دیکھنا) مفقود تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے انکو پھر از سرِ نو قائم کیا۔ (۶) خلع و طلاق کے حقوق کو قائم کیا۔ (۷) حقوق انسانیت کے سوال کو حل فرمایا۔

بارھواں کام۔ اعمال انسانی کی اصلاح کی جس پر نجات کا مدار ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بُرے کاموں سے بچنے اور نیک کاموں کے کرنے کی تجاویز قرآن مجید سے اخذ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرکے بتلائیں۔ کوئی مذہب اس میں آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

جبریہ گناہ اور نجات کی امید مسیحیت نے ورثہ سے گناہ بتلاکر انسان کو مایوس کردیا۔ ہندوؤں نے حساب صاف کرنے کو ہی ذریعہ نجات بتلایا۔ بیودھ نے کہا۔ کہ اصلاح ناممکن ہے گناہ سے انسان بچ نہیں سکتا۔ باقی ہم پیارے ہیں ہمیں سزا نہ ملیگی۔ ایسا ہی بعض لوگ انسان کو مجبور قرار دیتے تھے۔ غرض دنیا میں بدی پھیل رہی تھی۔ اور سب بدیوں کی جڑھ یہ تھی۔ کہ انسان کے دل سے امید پاکیزگی کو دور کردیا گیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ورثہ کے گناہ کو تسلیم کیا اور حساب کی صفائی کو بھی ضروری قراردیا۔ مگر فرمایا کہ مختلف اثرات کے ماتحت انسان سے فعل ہوتا ہے اور اسکی جزاء کے وقت ان اثرات کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ورثہ کے گناہ کے علاوہ عادت۔ تربیت۔ عقیدہ۔ آب و ہوا اور قومی اخلاق۔ حالات موجودہ بھی جبر کرتے ہیں۔ اور انسان سے گناہ سرزد ہوتا ہے۔ مگر اصل فطرت انسانی گنہگار نہیں کیونکہ باوجود ورثہ کے اثرات کے فطرت میں عیب سے انقباض اور نیکی کی طرف میلان پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے اکثر دنیا میں نیکی ہے۔ پھر آپ نے بتلایا۔ کہ گناہ وہ ہوتا ہے جو دیدہ و دانستہ ہو۔ جو فعل مجبوری سے کیا جائے وہ گناہ نہیں ہوتا۔ یعنی جس حد تک جبر ہے اس حد تک گناہ نہیں ہوتا۔ قرآن پاک نے جبر کی معافی کیلئے ہی فرمایا ہے کہ اس دن وزن کیا جائیگا یعنی ہر فعل کی نوعیت اور اسکے محرکات کے مطابق بدلہ دیا گیا ہے۔ اسلئے مٰلک یوم الدین کہا ہے۔ مالک بوجہ خلق ہے اور خالق اپنی پیدا کردہ مشینری کے سب پرزوں سے واقف ہوتا ہے۔ اسلئے وہ جبر و اختیار کا اندازہ کرکے جزا و سزا دیگا۔ ایک دوسری جگہ فرمایا ولو یؤاخذ اللّٰہ الناس بما کسبوا ما ترک علٰے ظہرھا من دابۃ۔ کہ اگر انسان کے ہر فعل کا مواخذہ ہوتا تو جانوروں کو بھی سزا دیجاتی۔ کیونکہ ان سے بھی افعال صادر ہوتے ہیں۔ یعنی جس طرح حیوانات کے افعال جبر کے ماتحت ہونیکی وجہ سے ناقابل مواخذہ ہیں۔ ایسا ہی جو فعل انسان سے جبریہ طور پر سرزد ہو وہ قابل مواخذہ نہیں۔ ہاں اگر یہ سوال ہو۔ کہ جس حد تک مجبور ہے ان گناہوں سے کیونکر بچ سکتا ہے۔ تو اسکے جواب میں حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ محبت کا جذبہ سب عادات و مجبوریوں پر غالب آجاتا ہے۔ بھیڑیا بھی اپنے بچے کو نہیں پھاڑتا۔ اللہ تعالیٰ اس کامل محبت اور کامل خوف کے پیدا کرنیکے لئے جو گناہ سوز ہو۔ نبیوں کے ذریعہ سے یقین کامل پیدا کرتا ہے تاکہ طبعی مجبوریاں بھی ٹوٹ جائیں۔

نیکی و بدی کی تعریف نیکی اور بدی کی تعریف میں بہت اختلاف ہے۔ اور ہر ایک تعریف پر کچھ نہ کچھ جرح ہوتی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نیکی و بدی کی حسب ذیل تعریف فرمائی ہے۔ کہ حسن ازلی کی موافقت یعنی خدا کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرلینا نیکی ہے۔ اور بالعکس بدی۔ کیونکہ خلق اٰدم علٰے صورتہٖ۔ تصویر اصل کے مطابق ہو تو ٹھیک اور درست ہوتی ہے ورنہ خراب۔ پس نیکی اپنی ذات میں اچھی اور باعث کشش ہے اور بدی اپنی ذات میں بری اور موجب نفرت ہے۔ اس تصویر کے کھینچنے کے لئے صرف برش،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(یعنی انسانی فطرت) دیدینا کافی نہیں۔ بلکہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ہدایات بھی دے پس شریعت کی ضرورت مسلّم ہے۔

تیرھواں کام۔ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے کام کیئے۔ اور وہ مختصراً حسب ذیل ہیں:-

اوّل۔ تبلیغ کی طرف توجہ دلائی اور اسکے طریق بتلائے۔ دوم۔ جہاد کے متعلق صحیح تعلیم پیش فرمائی۔ سوم۔ علم کلام میں بہترین اصلاح فرمائی جس کی تین شقیں یہ ہیں (۱) ہر دعویٰ کی دلیل مذہبی کتاب سے ہو (۲) زندہ مذہب مشاہدہ پیش کرے جو موجب یقین ہو (۳) مذہبی تعلیم فطرت کے مطابق ہو۔ چہارم۔ باوا نانکؒ کا اسلام ثابت کیا۔ پنجم۔ عربی زبان کو ام الالسنہ ثابت فرمایا۔ ششم۔ دشمنانِ اسلام کے اعتراضات کے دندان شکن اور مسکت جواب دیئے۔ ہفتم۔ مسلمانوں میں اپنی کامیابی کیلئے امید پیدا کی۔

چودھواں کام۔ امن عامہ کا قیام۔ آپ نے اسکے لئے چند بیش قیمت تدابیر پیش کیں:- اوّل آپ نے ایک عام اصل قائم کیا۔ کہ خدا دنیا کی مختلف قوموں کو بھلا نہ سکتا تھا جبکہ وہ اسکی مخلوق ہیں جیسے اس کی جسمانی ربوبیت عالمگیر ہے ویسے ہی اسکی روحانی ربوبیت بھی عالمگیر ہونی چاہیئے۔ اور پھر مختلف قوموں کے حالات سے ظاہر ہے۔ کہ فطرت انسانی اپنے خالق کو ملنے کیلئے تڑپتی ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ہر قوم میں نبی گذرے ہوں وان من امة الا خلا فیھا نذیر۔ پس آپ نے ہر قوم میں نبیوں کو تسلیم کیا اور یہ نقطہ صلح کے لئے بہت مضبوط طریق ہے۔ دوم۔ آپ نے یہ اصل قائم کیا۔ کہ ہر اہل مذہب اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے دوسروں پر حملے نہ کیئے جائیں۔ اس طریق پر عمل کرنے سے بھی بہت سے فساد مٹ سکتے ہیں۔ سوم آپ نے ضروری قرار دیا۔ کہ ہر شخص اپنی حکومت سے تعاون کرے۔

پندرھواں کام۔ جزا و سزا کے متعلق اصلاح۔

پہلی اصلاح۔ آپ نے فرمایا کہ نجات (گناہ سے بچ جانا) ہی انسان کا مقصد نہیں بلکہ فلاح یعنی کمالات کا حصول انسان کی غرض و غائت ہے۔ پس اگلے جہان میں احساسات تیز ہونے چاہئیں۔ اور اس جہان کے روحانی امور وہاں مادی تصور ہونگے۔ دوسری اصلاح۔ آپ نے بادلائل نجات کو دائمی اور دوزخ کو محدود ثابت فرمایا۔

ایک سوال کا جواب ان تمام باتوں کے متعلق جنہیں اگر بالتفصیل بیان کیا جائے تو ایک بڑی کتاب درکار ہے کوئی انسان یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ سب تو قرآن مجید میں موجود تھیں اور یہی حضرت اقدسؑ کا دعویٰ ہے۔ تو پھر مرزا صاحبؑ کا کیا کمال ہے؟ لیکن میں کہونگا۔ کہ اس طرح تو ایک عیسائی کہہ سکتا ہے۔ کہ قرآن تو اللہ تعالےٰ نے دیا۔ آنحضرتؐ کا اس میں کیا کمال ہے؟ بے شک یہ سب باتیں قرآن مجید میں موجود تھیں۔ مگر وہ خزانے دبے پڑے تھے۔ حضرت اقدسؑ نے ان کو نکالا۔ یہی آپ کا کمال ہے۔ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین۔

خاکسار طالب دعا احقر اللہ دتا جالندھری۔ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بلا قیمت! بطورِ تحفہ!! مُفت!!!

بیش بہا جواہر
ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن کی
کافوری جنتری سنہ ۱۹۲۸ء

مُفت منگائیے

ہماری کافوری جنتری سنہ ۱۹۲۸ء سالہائے گذشتہ کے مانند امسال بھی چھپکر تیار ہے ہر خاص و عام کے مفید مطلب بہت سی باتیں درج کر کے حتی الامکان اسے عمدہ بنانیکی کوشش کیگئی ہے اور سفید چکنے کاغذ پر چھپنے کی وجہ سے دیکھنے میں بھی خوبصورت معلوم دیتی ہے۔ شائقین مُفت طلب کریں اور فائدہ اُٹھائیں +

کولاٹانک

قدرت کاملہ نے درختوں کے پھل میں وہ تاثیر بخشی ہے جو صرف ذائقہ کی ہی غرض سے نہیں کھائے جاتے بلکہ اُنکے ذریعہ سے وہ وہ لاجواب ادویات تیار کیجاتی ہیں جو انسانی امراض کو دُور کرنے میں امرت پھل کا کام دیتی ہیں۔ کولہ بھی انہیں سے ایک پھل ہے جسکا عرق ڈاکٹری اصول سے تیار کیا جاتا ہے۔ اس عرق کے استعمال سے کمزور جسم طاقتور ہو جاتا ہے سُستی دُور کر کے چستی پیدا کرتا ہے پژمردہ دل میں خوشی کی اُمنگیں بھر دیتا ہے۔ کولہ قوتِ حافظہ کو بڑھاتا ہے۔ گھوڑے کی سواری۔ کُشتی۔ ورزش اور تقریر کرنے میں دم کو جلدی نہیں پھولنے دیتا۔ کولہ سے نشہ پینے کی عادت ترک ہو جاتی ہے غرضکہ کولہ بہت سی بیماریوں کی ایک دوا ہے۔ خاصکر موسیقی کے شوقینوں کیلیے بہت کارآمد ہے اس سے گلے کی آواز کُھل جاتی ہے گانا گاتے وقت آواز میں سُریلا پن آجاتا ہے اگر آپکو حیرت انگیز فوائد دیکھنا مقصود ہیں تو ہمارا ایجاد کردہ کولاٹانک کا استعمال کیجئے اسکے استعمال سے آپ اچھے خاصے تندرست جوانمرد بنجائینگے اور زندگی کا لُطف حاصل ہوگا۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی عہ ایک روپیہ دو آنہ ڈاک محصول ۶/ چھ آنہ۔ تین شیشی کی قیمت ہے تین روپیہ چار آنہ ڈاک محصول ۸/ آٹھ آنہ۔

نوٹ۔ ہماری جملہ ادویات مندرجہ فہرست قیمت پر ہر جگہ دستیاب ہو سکتی ہیں۔ خریداران کو کارخانہ ہذا سے دوا منگانے سے قبل ہمارے مقامی ایجنٹ دوا فروشوں سے خرید لیا کریں اس سے وقت و ڈاک خرچ دونوں میں کفایت ہوگی +

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن۔ صیغہ نمبر ۱۷۱ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ۔ ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ قواعد ایجنسی درخواست آنے پر روانہ کیئے جائینگے +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(یعنی انسانی فطرت) دیدینا کافی نہیں۔ بلکہ ضرور ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ خود ہدایات بھی دے پس شریعت کی ضرورت مسلّم ہے۔

تیرھواں کام۔ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے کام کیئے۔ اور وہ مختصراً حسب ذیل ہیں:۔

اوّل۔ تبلیغ کی طرف توجہ دلائی اور اسکے طریق بتلائے۔ دوم۔ جہاد کے متعلق صحیح تعلیم پیش فرمائی۔ سوم۔ علم کلام میں بہترین اصلاح فرمائی جس کی تین شقیں یہ ہیں (۱) ہر دعویٰ کی دلیل مذہبی کتاب سے ہو (۲) زندہ مذہب مشاہدہ پیش کرے جو موجب یقین ہو (۳) مذہبی تعلیم فطرت کے مطابق ہو۔ چہارم۔ بابا نانکؒ کا اسلام ثابت کیا۔ پنجم۔ عربی زبان کو ام الالسنہ ثابت فرمایا۔ ششم دشمنان اسلام کے اعتراضات کے دندان شکن اور مسکت جواب دیئے۔ ہفتم۔ مسلمانوں میں اپنی کامیابی کیلئے امید پیدا کردی۔

چودھواں کام۔ امن عامہ کا قیام۔ آپ نے اسکے لئے چند بیش قیمت تدابیر پیش کیں:۔ اوّل آپ نے ایک عام اصل قائم کیا۔ کہ خدا دنیا کی مختلف قوموں کو بھلا نہ سکتا تھا جبکہ وہ اسکی مخلوق ہیں۔ جیسے اس کی جسمانی ربوبیت عالمگیر ہے ویسے ہی اسکی روحانی ربوبیت بھی عالمگیر ہونی چاہیئے۔ اور پھر مختلف قوموں کے حالات سے ظاہر ہے۔ کہ فطرت انسانی اپنے خالق کو ملنے کیلئے تڑپتی ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ہر قوم میں نبی گذرے ہوں وان من اُمّة الا خلا فیھا نذیر۔ پس آپ نے ہر قوم میں نبیوں کو تسلیم کیا اور یہ نقطہ صلح کے لئے بہت مضبوط طریق ہے۔ دوم۔ آپ نے یہ اصل قائم کیا۔ کہ ہر اہل مذہب اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے دوسروں پر حملے نہ کیئے جائیں۔ اس طریق پر عمل کرنے سے بھی بہت سے فساد مٹ سکتے ہیں۔ سوم۔ آپ نے ضروری قرار دیا۔ کہ ہر شخص اپنی حکومت سے تعاون کرے۔

پندرھواں کام۔ جزا و سزا کے متعلق اصلاح۔

پہلی اصلاح۔ آپ نے فرمایا کہ نجات (گناہ سے بچ جانا) ہی انسان کا مقصد نہیں بلکہ فلاح یعنی کمالات کا حصول انسان کی غرض و غایت ہے۔ پس اگلے جہان میں احساسات تیز ہونے چاہئیں۔ اور اس جہان کے روحانی امور وہاں مادی تصوّر ہونگے۔ دوسری اصلاح۔ آپ نے بادلائل نجات کو دائمی اور دوزخ کو محدود ثابت فرمایا۔

ایک سوال کا جواب ان تمام باتوں کے متعلق جنہیں اگر بالتفصیل بیان کیا جائے تو ایک بڑی کتاب درکار ہے کوئی انسان یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ سب تو قرآن مجید میں موجود تھیں اور یہی حضرت اقدسؑ کا دعویٰ ہے۔ تو پھر مرزا صاحبؑ کا کیا کمال ہے؟ لیکن میں کہونگا۔ کہ اس طرح تو ایک عیسائی کہہ سکتا ہے۔ کہ قرآن تو اللہ تعالےٰ نے دیا۔ آنحضرتؐ کا اس میں کیا کمال ہے؟ بے شک یہ سب باتیں قرآن مجید میں موجود تھیں۔ مگر وہ خزانے دبے پڑے تھے۔ حضرت اقدسؑ نے ان کو نکالا۔ یہی آپؑ کا کمال ہے ✽ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین۔

خاکسار طالبِ دعا احقر اللہ دتا جالندھری۔ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بلاقیمت! بطور تحفہ!! مُفت!!!

بیش بہا جواہر

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن کی

کافوری جنتری سنہ ۱۹۲۶ء

مُفت منگائیے

ہماری کافوری جنتری ۱۹۲۶ء سالہائے گذشتہ کے مانند امسال بھی چھپکر تیار ہے ہر خاص و عام کے مفید مطلب بہت سی باتیں درج کر کے حتی الامکان اسے عمدہ بنانیکی کوشش کیگئی ہے اور سفید چکنے کاغذ پر چھپنے کی وجہ سے دیکھنے میں بھی خوبصورت معلوم دیتی ہے۔ شائقین مُفت طلب کریں اور فائدہ اُٹھائیں ؛

کولاٹانک

قدرت کاملہ نے درختوں کے پھل میں وہ تاثیر بخشی ہے جو صرف ذائقہ کی ہی غرض سے نہیں کھائے جاتے بلکہ اُنکے ذریعہ سے وہ وہ لاجواب ادویات تیار کیجاتی ہیں جو انسانی امراض کو دور کرنے میں امرت پھل کا کام دیتی ہیں۔ کولہ بھی انہیں سے ایک پھل ہے جسکا عرق ڈاکٹری اصول سے تیار کیا جاتا ہے۔ اس عرق کے استعمال سے کمزور جسم طاقتور ہو جاتا ہے سُستی دُور کر کے چستی پیدا کرتا ہے۔ پژمردہ دل میں خوشی کی اُمنگیں بھر دیتا ہے۔ کولہ قوت حافظہ کو بڑھاتا ہے۔ گھوڑے کی سواری۔ کُشتی۔ ورزش اور تقریر کرنے میں دم کو جلدی نہیں پھولنے دیتا۔ کولہ سے نشہ پینے کی عادت ترک ہو جاتی ہے غرضکہ کولہ بہت سی بیماریوں کی ایک دوا ہے۔ خاصکر موسیقی کے شوقینوں کیلئے بہت کارآمد ہے اس سے گلے کی آواز کھل جاتی ہے گانا گاتے وقت آواز میں سُریلا پن آجاتا ہے اگر آپکو حیرت انگیز فوائد دیکھنا مقصود ہیں تو ہمارا ایجاد کردہ کولاٹانک استعمال کیجئے اسکے استعمال سے آپ اچھے خاصے تندرست جوانمرد بنجائینگے اور زندگی کا لُطف حاصل ہوگا۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی عہ ایک روپیہ دو آنہ ڈاک محصول ۶ر چھ آنہ۔ تین شیشی کی قیمت ہے تین روپیہ چار آنہ ڈاک محصول ۸ر آٹھ آنہ۔

نوٹ۔ ہماری جملہ ادویات مندرجہ فہرست قیمت پر ہر جگہ دستیاب ہو سکتی ہیں۔ خریداران کارخانہ ہذا سے دوا منگانے سے قبل ہمارے مقامی ایجنٹ دوا فروشوں سے خرید لیا کریں اس سے وقت و ڈاک خرچ دونوں میں کفایت ہو گی ؛

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن صیغہ نمبر ۱۷۱ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ۔ ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ قواعد ایجنسی درخواست آنے پر روانہ کیئے جائینگے ؛